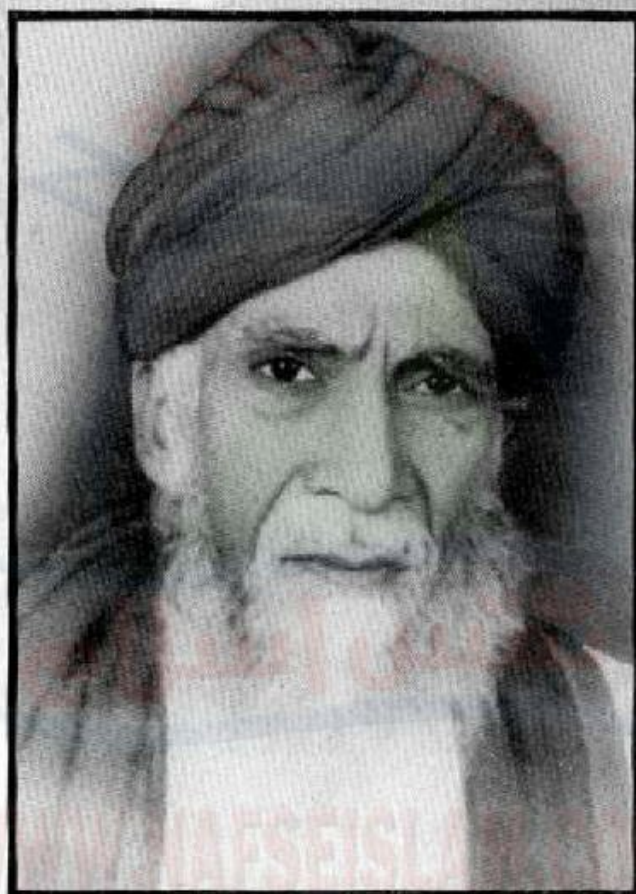




نذرانہ عقیدت



مجاہد ملت الحاج حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد القادری المعینی البدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مُوقِبہ : نبیرہ مولانا محمد عبدالحامد بدایونی محمد شاہد عامر قادری ابن محمد عبدالقادری بدایونی

5/9-B، ناظم آباد نمبر 4 کراچی، پاکستان۔



مولانا عبدالحمید بدایونی گورنمنٹ ہائی اسکول حیدرآباد میں ملا، اسے کہہ کی وزارت کی سونپ پر
کشمیر حیدرآباد واپس آیا اور شمس کہہ کھٹی کے راہ گین کے ساتھ۔



Maulana Abdul Hamid Badayuni with Sh. Muhammad Saleh A. Shebi, Raees Kaaba.



فہرست

اس جلد میں پہلی بری ۹ جلائی ایچ ۱۹ کے موقع پر شائع ہونے والے جلد "گلدستہ عقیدت" کے چند مضامین بھی شامل کئے جا رہے ہیں۔

گلدستہ عقیدت

- | | | |
|-------|--|---|
| 3-4 | صاحبزادہ محمد عابد القادری بدایونی | ۱۔ ابا میاں اور یہ یادگار جلد |
| 5 | اعلیٰ حضرت پیر طریقت وارث دربار غوثیت السید عبدالقادر گیلانی | ۲۔ مکتوب کرامی |
| 6 | | ۳۔ قائد اعظم کے رفیق کار سید حسین امام کے تاثرات |
| 7-13 | سرور اعلیٰ مبارہی | ۴۔ مولانا عبدالحمید بدایونی چے مشرب مسلمان |
| 14-16 | حافظ شبیر احمد غازی آبادی | ۵۔ حضرت مولانا عبدالحمید بدایونی دہلی عالم اور یگانہ روز خطیب |
| 17-27 | مولانا سید محمد فاروق احمد قادری | ۶۔ اب انہیں اصول چارغ زرخ نہ پالے کر |
| 28-33 | عبدالعزیز عمری | ۷۔ تحریک پاکستان کے ایک مجاہد |
| 34 | | ۸۔ مولانا عبدالحمید بدایونی تاریخ کے آئینے میں |



نذرانہ عقیدت

- | | | |
|-------|--|---|
| 36-39 | پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری | ۹۔ خوشخبری |
| 40-43 | پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی قادری | ۱۰۔ حیات مجاہد ملت |
| 44 | مولانا جمیل احمد فیضی | ۱۱۔ فاتح سرحد |
| 45-50 | صاحبزادہ محمد زاہد القادری ابن مولانا محمد عبدالحمید قادری بدایونی | ۱۲۔ اہلسایاں |
| 51-52 | صاحبزادہ محمد شاہد ناصر قادری ابن محمد عابد قادری بدایونی | ۱۳۔ میرے دادا حضور |
| 53-54 | | ۱۴۔ مولانا عبدالحمید بدایونی تاریخ کے آئینے میں |

منجانب اراکین مولانا بدایونی کانفرنس

گلِ رستہ عقیقہ



مجاہد ملت الحاج مولانا شاہ محمد عبدالحمید القادری البدایونی رحمہ اللہ

کی پہلی برسی منعقدہ ۹ جولائی ۱۹۷۱ء کے موقع پر
اراکین جامعہ تعلیمات اسلامیہ کراچی نے شائع کیا

مُرشِد

محمد عابد القادری البدایونی

بیت البدایونی - ۲۱۳ پیر الہی بخش کالونی کراچی ۷۵

ابامیان اور یہ یادگار مجلہ

مضامین کے بعد حضرت اپنے لئے تحریری گنجائش کم لکھی تھی۔ پھر بھی حصول سعادت کے جذبہ کا تقاضہ ہے کہ والد محترم کی زندگی کی چند جھلکیاں بطور خراج عقیدت پیش کروں۔

مسلم لیگ کو مقبول بنانے اور قیام پاکستان کی خاطر جو قربانیاں والد مرحوم نے انجام دی ہیں وہ سب کی سب ہمارے ذہنوں میں محفوظ نہیں رہ سکیں کیونکہ والد ماجد کا یہ بلند کردار تھا کہ وہ اعلیٰ مقامات کے لئے قربانیاں دے کر ان کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اپنی آسودہ حالی اور گھر کی تمام آسائش و آرام کو خیر باد کہہ کر انتہائی صعوبت اور آزما کش کی سیاسی زندگی اختیار کی۔ وہ علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ کے ساتھ مسلم لیگ کے نمائندوں کو انتخابات میں کامیاب کرنے کے لئے شہر شہر بھی گئے اور گاؤں گاؤں بھی ان سفروں میں اونٹ کی سواری پر بھی قناعت کرنا پڑی اور بیل گاڑی میں بھی سفر کیا اور کہیں سیلوں پیدل بھی چلنا پڑا۔ دن بھر سفر اور مختلف مقامات پر تقاریب کے بعد رات میں جب کسی ٹکانہ میں سونے کی مہلت ملتی تو زمین پر گھاس بھونٹ بچھا کر چند لمحوں کے لئے سویتے وہ دلوں نہیں بلکہ جبینوں ہم سے دور رہ کر مسلم لیگ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ تو یہی مشن ان کی نظر میں سب سے افضل تھا اور اس بجز خار میں ہم اہل خاندان کی حیثیت ان کے لئے قطعاً کب کی سی تھی۔ عیدین کے موقع پر ہر باپ کی یہ نعمت ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ ان کی خوشنویسی شریک ہو۔ لوگ دور دراز ملکوں سے اس دن کے لئے رخصت لے کر اپنے گھر پہنچتے ہیں مگر ہمارے والد ماجد کا یہ عالم تھا کہ وہ اس موقع پر بھی ہمارے ساتھ عید

میرے والد مرحوم مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد القادری البدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات جلیلہ کی ایک شعبہ بہت کم محدود تھیں بلکہ ان کی زندگی سراسر جہد و عمل سے عبارت تھی لغت صدی سے زیادہ عرصے تک وہ اس برصغیر کی ان تمام تحریکوں سے وابستہ رہے جو مسلمانوں کی سیاسی بیداری کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے تھیں۔

ایسی تحریک، ایسی فعال، ایسی ہمہ گیر اور ایسی بے لوث ہستی کی خدمات کا اس مجلہ میں احاطہ کرنا درحقیقت ایک انتہائی مشکل مرحلہ ہے۔

مولانا نے محکم کے تدبیر و تحمل و فرائض کا ان کے متبعین، محبتیں اور راہنماؤں کے تعاون سے جو مضامین حاصل ہو سکے ہیں ان کو اس جملہ میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس سلسلے میں میں ہمدرد و مشعل ناؤندیش کے سربراہ جناب حکیم محمد سعید صاحب (سٹارڈ امتیاز) کی عالمانہ اور محققانہ تجویز اور شہنائش کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ اور مجھے خداوند تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ مستقبل قریب میں حکیم صاحب موصوف کی تجویز کی تکمیل ضرور ہو جائے گی۔

والد ماجد علیہ الرحمۃ کے انتقال کے وقت سے آج تک جن فاضل ہستیوں نے میرے والد کی زندگی کے مختلف واقعات قلمبند فرمائے ان کا میں شکر گزار ہوں نیز ان اخبارات و جرائد کی بھی قدر کرتا ہوں جنہوں نے اس سلسلے میں مضامین شائع فرمائے ساتھ ہی معذرت خواہ ہوں کہ اس مجموعہ میں بہت سی قابل قدر تحریریں شامل کرنے سے ناظر ہوں۔ اس مجموعہ میں شامل

نہیں من سکتے تھے چونکہ صورہ برنگال کے مسلمانوں کی فوجائش پر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی جگہ کلکتہ کی حیدر گاہ میں انھیں نماز عید پڑھانے کا فرائض انجام دینا پڑتا تھا۔

کردار کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ ان کاوشوں کا ذکر بھی کبھی والد صاحب کی زبان تک نہ آیا کیونکہ ان کی زندگی کا وسیعہ قوم کی خدمت کرنا تھا نہ کہ صحت جتا کر داد و ستائش کی تمت کرنا۔

۱۹۲۳ء میں قائد اعظم اور قائد ملت نے آل انڈیا۔

مسلم لیگ کی جانب سے مولانا صاحب مرحوم کی قیادت میں اپنے مذہبی و علمی بیعت نامہ موضوع وجود میں آنے والی مملکت پاکستان کے لئے فضا ہوا کی ہوئی۔ مرحوم شاہ سوہنے مہم حج کی وجہ سے دہلی کی ہوا کی خاطر ایک طیارہ مخصوص کر دیا تھا۔ اس طیارہ میں بیٹیں لکڑی کے تختوں کی بنیادیں تھیں۔ میں بھی شریک سفر تھا۔ مجھے ان سخت سیٹوں پر بیٹھنے سے بڑی تکلیف ہو رہی تھی۔ والد مرحوم نے میری یہ...

کیفیت مہمانپن، فرمایا: بیٹھے، تمہارے باپ نے قومی خدمت کی انجام دہی میں جب پہلی مرتبہ اونٹ پر سواری کی تو تین دن تک کوٹھوں پر رہ کر رہا تھا لیکن کسی سے اس واقعہ کا ذکر تک نہیں کیا۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب کسی اعلیٰ مقصد کے لئے تم کوئی مشقت اٹھاؤ تو مضبوط ہمت سے کام لو اور اپنی تکلیف کا کسی پر اظہار تک نہ ہونے دو ورنہ یہ احساس بنیں بہت جلد ہی تم کی طرف لے جائے گا اور اس مقصد کی بلندی پر بھی اثر پڑے گا۔ حق تو یہ ہے کہ والد صاحب مرحوم انسانی مخالف ماحول اور نامساعد حالات میں بھی ہمت ہارنے والے انسان نہ تھے اور ان کی بلند ہمتی کا ثبوت یہ ہے کہ باوجود فالج کا حملہ اور آنکھ میں کینسر ہونے کے وہ ایک اعلیٰ ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کو قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

مولانا مرحوم اپنی زندگی میں اس جامد کی ضرورت دریافت سے متعلق ہمیشہ یہی فرماتے تھے کہ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا کہ جدید علوم و فنون حاصل کیونکہ مسلمان امامت، خطابت اور فتویٰ سے بے بہرہ

ہوں! دیکھی طرح یہ بھی مجھے گوارا نہیں کہ دینی علوم کا تاریخ تفصیل صرف مسجد کی امامت تک ترقی کر سکے۔ چنانچہ اس جامد میں جدید علم علوم کا بڑا حصہ امتزاج موجود ہے۔ اسی انفرادیت کی وجہ سے جامد کا باضابطہ الحاق اسلامک یونیورسٹی بمبایہ سے مولانا مرحوم نے خود اپنی زندگی میں کر لیا۔ اس جامد میں تعلیم پانے والے طلبہ دیگر سے بیکاریم لے لیا۔ اس جامد لینے کے منتفی ہیں اور ان کی یہ اسناد مغربی و مشرقی پاکستان کی تمام یونیورسٹیوں اور تعلیمی بورڈوں نے تسلیم کی ہیں۔

والد ماجد مرحوم کی اس علمی یا دکار کی خدمات کو سراہتے ہوئے حکومت مصر نے سال ۱۹۵۱ء میں جامد کو ایک طالب علم کے لئے الاہر یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کرنے کا ایک وظیفہ دینے کی پیشکش کی ہے اس سہولت کے اجراء میں شیخ المشائخ حضرت باذین شاد بھی مدظلہ العالی، علم محترم جناب سید حسین ام صاحب، علم محترم مولانا جمال خان فزنی علی صاحب عزت، آف پروفیسر ابو جبر احمد عظیم صاحب، جناب جی نے مدنی صاحب، جناب سید احم رضا صاحب اور نواب زادہ جناب افتخار مدنی صاحب کی جو صلاح فرمائیں گے میں ان تمام اصحاب کا تہنل سے ممنون ہوں۔

جناب حکیم محمد تقی صاحب طبری مالک مشہور آؤٹ پریس کراچی کے بے پناہ خلوص و تعاون کا بھی میں بہت شکرا ادا ہوں کہ اگر وہ اتنے قلیل وقت میں اس سہولت کی طباعت و تیاری کا بیڑا اٹھاتے تو ہماری تمام کوششیں رائیگاں جاتیں۔

آخر میں اگر محترم سید محمد فاروق احمد صاحب کی کرمفرمانی کا اعتراف نہ کروں تو جرم ہو گا۔ حقیقتاً اس سہولت کی تدوین میں ان کا سب سے بڑا دخل ہے اور ان ہی کے تعاون سے ہم اس کو آپ تک لانے میں کامیاب ہو سکے مولانا فاروق صاحب ایک ممنون بھی اس سہولت کے لئے دیا ہے۔ اس ممنون کی اہمیت خصوصیت یہ ہے کہ یہ خود والد محترم کی زندگی میں لکھا گیا تھا اور والد محترم نے جا بجا اپنے قلم مبارک سے اسکی اصلاح بھی فرمائی تھی۔



مکتوب گرامی

از اعلیٰ حضرت سیر طریقت و ارث در بار عو ثیت السید
عبد القادر الگیلانی دام ظلہم الاقدس (مغیر عراق مجھے پاکستان)
بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد نواز مصلحت علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مجھے پس کر خوشی ہوئی کہ مولانا عبد القادر الگیلانی کے سرزند
اور جند عابد تبارکی نے ان کے سالانہ عرس کی تقریب منعقد کرنے کا
اہتمام کیا ہے۔ مولانا مرحوم کی ملت اسلامیہ کے لئے خدمات جلیلہ اور
سلسلہ قادریہ سے ان کا روحانی تعلق بلاشبہ اس امر کے تقاضی میں
کہ تقاریر سنو قد کر کے ان کی یاد اور ان کے سنن کو زندہ رکھا جائے
مولانا مرحوم سے میری پہلی ملاقات سس وقت ہوئی جب میں بحیثیت
سفر عراقی مسافر اور میں پہلی بار پاکستان آیا۔ مجھے یہاں آئے ہوئے چند
ہی یوم ہوئے تھے کہ ایک دن مولانا عبد القادر الگیلانی اور مولانا عبد العظیم
صدیقی میرے پاس تشریف لائے۔ دونوں حضرات میں محبت اور
خلوص سے ملے اس کے اثرات میں آج بھی اپنے دل میں پاتا ہوں۔ بعدہ
ان حضرات نے میرے اعزاز میں ایک بہت شاندار دعوت کا اہتمام
کیا جس میں علمائے کرام، مشائخ اور اکابرین نے شرکت فرمائی۔
اس کے بعد دونوں حضرات میرے پاس برابر تشریف لاتے رہے مولانا
عبد العظیم صدیقی کچھ عرصہ بعد انتقال فرم گئے لیکن مولانا عبد القادر الگیلانی
کی تشریف آوری کا سلسلہ ان کی تاحیات جاری رہا۔

مرحوم نے اپنے انتقال سے تقریباً ایک ماہ قبل باوجود
علائت اور نقاہت کے میرے یہاں ۱۴ رجون ۱۹۷۱ء کو سالانہ گیارہویں
تشریف میں صرف شرکت فرمائی بلکہ سب سالانہ تقریر فرمائی مولانا مرحوم
کو میرے ساتھ جو محبت تھی نقیباً وہ ان کی سیدی و مولائی و جدی
حضرت عزت الاعظم شیخ السید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے گہری اور پر خلوص عقیدت کی وجہ سے تھی مولانا کے خاندان کا سلسلہ
قادریہ سے قدیم تعلق رہا ہے مولانا عبد القادر الگیلانی اور مولانا بدایونی

مستد بارہ گاہ شریف پر حاضر ہوئے اور غوث الاعظم کے فیض سے
بار بار ہوئے۔

مولانا عبد القادر الگیلانی بلاشبہ سیرت اہل بیت سے تھے۔ میں
نے ہمیشہ ان کو اپنے خاندان کا ایک فرد سمجھا۔ میرے اخی السید یوسف
الگیلانی سترلی الاقداس القادر یہ بغدادی سلسلہ میں جب یہاں تشریف
لائے تو مولانا نے ان کے ساتھ بھی ایسی ہی محبت کا اظہار کیا جیسے کہ
وہ ان کے برادر حقیقی تھے۔ یہ اسی خلوص کا نتیجہ تھا کہ میرے بھائی کو جب
مولانا کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے فوری طور پر جذبات سے پرانیک
تقریرت نامہ ارسال کیا۔

مولانا بدایونی ایک عالم باعمل اور صاحب شریعت بزرگ
تھے۔ قرآنی احکامات اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سختی سے پابند مولانا
بدایونی کو جو رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق حقیقی تھا اس
کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ وہ جب کسی ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
یا اہل بیت یا حضور غوث الاعظم کا ذکر فرماتے ان کے اشک
جاری ہو جاتے۔ اور آواز دگنے لگتی۔ اور یہی عشق اور محبت انہیں ہر سال
مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جاتی۔ بغداد شریف، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف
اور دیگر مقامات مقدسہ پر بھی وہ مستد بارہ حاضر ہوتے۔

میں انہیں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا عبد القادر الگیلانی پر رحم
فرمائے اور جنت مکان کرے اور اللہ تعالیٰ ان کے در ثار اور معتقدین کو
مولانا مرحوم کا مشن پورا کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے آمین ثوابین
تاخر دعوانہ ان شاء اللہ العزیز رب العالمین۔



قائد اعظم کے رفیق کار سید حسین امام صاحب تأثرات

”مولانا عبدالحامد بدایونی (مرحوم) کی زندگی ایک مجاہد کی زندگی تھی۔ جنگ آزادی جو احیائے اسلام کے لئے لڑی جا رہی تھی اس میں مولانا نے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ قیام پاکستان کے بعد اسلامی قدروں کو عمل میں لانے کے لئے کوشاں رہے۔ کبرئی اور جمادی کے باوجود مرکز حق و باطل میں ہمیشہ نمایاں رہے۔ اسلام اختلاف برائے اختلاف کا قائل نہیں مگر اس کے ساتھ اسلام حق کے لئے جاسے گزر جائے گا بھی سبق دیتا ہے۔ مولانا مرحوم اسلام کے اسی اصول پر کار بند تھے۔“

حکومت وقت سے تعاون و اشتراک بھی کرتے تھے اور اس کے ساتھ اختلافات اٹھا شہید کرتے تھے کہ حکومت انھیں پس زندان ڈال دیتی تھی۔ آج بھی ختم نبوت اور مسئلہ چاند پر مولانا مرحوم کا عظیم کردار یاد آتا ہے۔ مولانا مرحوم اپنے عزم و حوصلہ اور یقین سے وہ کام لیا کرتے تھے جو دوسرا ان جیسا شاید لے سکے۔ ان کی یادگار جامعہ کا قیام ایک ایسا کارنامہ ہے جو ان لوگوں کے لئے روشن مثال ہے جو دینی اور دنیوی تعلیمات کے حسین امتزاج سے نوجوان کو مطلع کرنے کے خواہش مند ہیں۔

مولانا عبدالحامد بدایونی (مرحوم) کی شخصیت چہار پہلو تھی۔ بیک وقت مولانا۔ دینے والے۔ تلمیذ اور سیاستمدار خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ پاکستان میں ان جیسا مفکر شاید ہی دوسرا ہو جو سامعین کو اپنی آواز کے زیر دہم اور ہمت کی جنبش سے کبھی ہر شعلہ بنادیتے تھے اور کبھی جو شہنشاہ۔ مولانا مرحوم کی زندگی سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ زندگی عمل کا نام ہے۔ اگر عمل میں یقین و ایمان کی صدا ہو تو زندگی عظیم ہے وگرنہ کار شیطان ہے۔ بشر ادنیٰ۔ انسان کامل۔ سراپا رحمت کے نقش قدم پر چلنے والا یہ امتی جس کا نام عبدالحامد تھا۔ آج ہم میں نہیں ہے لیکن وہ راہ آج بھی موجود ہے جو اس نے اس عظیم شاہراہ جو مدینہ سے نکلی ہے ملانے کی کوشش کی تھی۔ اس پر سپلو کہ ہمیشہ ہے ہمارے منزل ہے۔ !

مولانا عبدالحق دہلوی — سچے صوفی مشربِ مسلمان

نہرو رپورٹ کے خلاف ان کی پرجوش مہم کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا



مولانا کا ذکر ہے میں امین آباد ہائی اسکول لکھنؤ کی ذہنی اور جسمانی تعلیم میں زیر تعلیم تھا لکھنؤ میں اس وقت تک بڑی لکھنویت تھی قدیم تہذیب و معاشرت کے گہرے نقوش کچھ دھندلے نظر نہ ہو گئے تھے مگر زائل نہیں ہوئے تھے اسکول کے فوٹو طالب علموں کو بھی مشہور شاہی کاچھکھا پھر ہمارے زمانہ کی شہر کی شہر کے ملک کے ایک نامور ترین شاعر جناب عزیز لکھنوی۔ شہر کے اسکول میں جب کبھی مقابلے کے مشاعرے ہوتے ہمارا امین آباد ہائی اسکول ہمیشہ بازی لے جاتا۔

نہرو سولہ سال کی عمر میں میرا شوق غزل گوئی خد طاقی مرحوم نے چھڑے لگا لکھا لکھا کیسا پرستار ہر وقت مشتاق سخن جاری رہتی۔ اردو ڈرامے کے شہرہ آفاق موجد سید قاسم انصاری صاحب نے انور سہارا کے فرزند جلالین جناب سید عباس حسن نصاحت لکھنوی سے اپنی ایک بندوبستی پر اصلاح لیتا اور انہی کے پیچھے اچھے صاحب شہرت مرحوم کے ساتھ شہر کے مشاہیر میں شریک ہوتا شاعری کا سی غلط میں میری ذاتی سوانح حضرت الشہید فرنگی علی سے ہوتا جو عمر میں کھڑے کئی سال بڑے تھے اور سند فضیلت بھی حاصل کر چکے تھے

انہی کے ذریعہ صرف یہی نہیں فرنگی علی میں میری آمدورفت شروع ہوئی بلکہ تندرست و مستقل قلمی تعلق قائم ہو گیا اور حضرت مولانا سہارا شہر فرنگی علی کے دیوان خانے میں جودار و مدرسہ

فرنگی علی کے ہمارے اور مستفیدین کا مستقل بہانہ تھا روزانہ میرے دوقین گھنٹے گزرتے تھے۔

ابو نواب خاں کے کڑے میں نواب حکیم شمس الدین کے ہاں مشاعرہ ہونے والا تھا میں فرنگی علی میں مولانا صاحب الشہید کے شہر سے مشاعرے میں شرکت کا پروگرام بنایا تھا۔ چنانچہ سلام علیکم کی پروردہ مگر میری آواز سے ہم دونوں چونک پڑے۔ ہمارے سامنے ایک صاحب سادگی کے لئے دونوں ہاتھ پھیلے تھے لکھنے لکھ رہے تھے۔ اٹھ جاتی منبرہ آغاز سبک کو لکھنے اچھا گوارانگ چہرے پر

وجاہت کے نمایاں آثار وہ چھوٹی مہر کی پا جامہ چکن کا کرتہ، ٹیبلٹنی کے ٹن کھلے ہوئے سر پر ایک خاص قسم کی سفید ٹوپی، منہ ہی ہری جیسے آپ گول اور دوپٹہ ٹوپی کی درمیان میں تسم کہہ سکتے ہیں۔ عمریں مولانا صحت اللہ شہید سے دو تین سال چھوٹے ہوں گے اور مجھ سے کوئی دو تین سال بڑے ہوں گے۔

مولانا صحت اللہ علیہ السلام کی بلکہ بے تابی کے عالم میں یہ کہتے ہوتے تھے۔ اسے علامہ بیاں تم آگے۔ اور دونوں بڑی گرجو شہی سے بغل گیر ہونے۔

یہی وہ سبب و خطا دہیاں جن سے میری ملاقات مسئلہ میں حضرت مولانا مسلمات اللہ فرنگی محل کے دیوان خانہ میں ہوئی تھی بعد میں مجاہد ملت الحاح حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی بن کر پاکستان در سندھ نشان کے دینی و سیاسی مسئلے پر جگہ کاٹے۔

مولانا صحت اللہ شہید نے ۱۹۱۸ء سال کے نو درونوجوان سے ہر اختلاف بھی کر لیا۔ ایک مقامی ہائی اسکول کی نویں یا دسویں جماعت میں پڑھنے والے طالب علم کا تعارف ہی کیا، مگر حامد بیاں مجھ سے بہت اختلافی سے ملے۔ میرے اٹھ سیرھے مشر خفہ رہے اور علامہ عالم ازراہ اخلاق میز دل بڑھانے کے لئے با ازراہ شوخی مجھے بنانے کے لئے خوب دوا دیتے رہے۔ خاص کر میرا ایک شعر انہیں بہت پسند آیا۔ اس شعر کو نصف صدی سے زیادہ مدت گزر جانے پر بھی ان کے ذہن میں محفوظ رہا۔ شعر آپ بھی سن لیجئے۔

موا فح ہے عجب بزرے نعتاں کی ہوا ساقی
کہ تا عمر زوہ ہوں اور جانا ست دماں ہوں میں
شعری دیر بعد ہم تیسروں حضرت باری میاں (امام الوقت حضرت مولانا عبدالحامد قادری فرنگی محل) کے دیوان خانہ میں حاضر ہوئے اور وہاں مجھے مولانا حامد بیاں کے برادر محترم و استاد خطیب ملت حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی کی دست برسی کا شرف پہلی مرتبہ نصیب ہوا۔
دو تین گھنٹوں کی اس پہلی ملاقات ہی میں مولانا حامد بیاں اور

میں اپنے اپنے دلوں میں ایک دوسرے کی کشش محسوس کرنے لگے اس کے بعد مولانا عبدالحامد جب کبھی اپنے برادر محترم کے ساتھ گفتگو تشریف لےتے تو مجھے ضرور مطلع فرادیتے اور فرنگی محل میں ہماری کافی طبعی ملاقاتیں ہوتیں فرنگی محل کے عتب میں باجوہ والی گلی سے گذر کر چڑک کی جانب بہت فزیم زانے کی ایک سرائے ہانس کی سرائے کے نام سے مشہور تھی اب تو اس کا وجود بھی باقی نہ رہا ہوگا ایک بڑھے کبابی کی سس سرائے کے ٹکڑے پر دوکان تھی کباب کا نم اور علامہ ٹھیکان مولانا کو بہت پسند تھیں اور مولانا کے زمانہ قیام میں وہ تین دن تک اس دوکان سے کباب ضرور منگوائے جاتے تھے اور کباب خوبا چھی طرح سینکوا کر لالے کی خدمت حضرت مولانا صحت اللہ شہید کے ایک بہت بڑھے سرور ڈی خدمت چار کو تقویض تھیں۔ ابتدا میں شور و ثلوی کے علاوہ ہم تنہا در ستروں کی بات چیت زبان تدریج و تصوف کے مسائل تک محدود رہتی تھی لیکن جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست کے بعد مسلمانوں کے لئے نئے مسائل پیدا ہو گئے۔ حضرت مولانا عبدالحامد قادری فرنگی محل کی ماتم کردہ مجلس مولانا اسلام سرگرم عمل ہو گئی تھی اس کی تحریک پر مسلمانان ہند کے مطالبات مرتب کرنے کے لئے مختلف مکاتب فکر کے علما نے دین کا سیاسی جلسہ لکھنؤ میں منعقد ہوا جہاں تقاسیم میں علما نے فرنگی محل کے علاوہ حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی، مولانا دلاہت حسین الد آبادی، مولانا حامد رضا خاں بریلوی، مولانا شتار اللہ شریک آبادی، مولانا سید آقا حسن مجتہد لکھنؤی وغیرہ شریک تھے مولانا صحت اللہ شہید کی توجہ شعر و شاعری کی طرف سے بہت چچی تھی اور اب ان کا بیشتر وقت انھیں مولانا اسلام کی تنظیم اور سالانہ تقاسیم کی ترتیب و ادارت میں گذرنا تھا اور مولانا عبدالحامد بدایونی نے اب بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی کے ساتھ سیاسی دورے شروع کر دیئے تھے حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی اپنے عہد کے ایک بہترین خطیب و مقرر تھے مولانا عبدالحامد اپنے بڑے بھائی کے رنگ میں بدلنے کی شش کرنے لگے اور ایک مفکر کی حیثیت سے ان کی شہرت آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی تھی۔

جہاں تک مجھے یاد ہے مولانا عبدالحامد نے جلسہ عام میں پہلی کامیاب تقریر اپنی نشست میں امیر شریف میں عرس کے موقع پر کی تھی اور اس کی تعریف یہاں بعض علماء نے فرنگی محل کی زبان سے سنی تھی جو حضرت خواجہ غریب نواز کے عرس میں حاضر تھے۔

جہاں تک میری یادداشت کا تعلق ہے مولانا عبدالحامد جالندہ کی اہل اندام مسلم لیگ کے اجلاس میں پہلی مرتبہ دسمبر ۱۹۱۹ء میں شریک ہوئے یہ اجلاس ام البنوت حضرت مولانا عبدالحامد البدری فرنگی محلی کی زیر صدارت دہلی میں منعقد ہوا تھا اور اس کی استقبالیہ کمیٹی کے نرائضی ڈاکٹر نثار احمد انصاری نے انجام دیتے تھے مسلم لیگ کے اس شش میں فرنگی محل سے حضرت مولانا عثمانیت الشاد حضرت مولانا حبیب اللہ شہید نے فرحان مقرر دیں میں اپنے اپنے دوست مولانا عبدالحامد البدری اور دیگر علماء میں مولانا شامہ اللہ امرتسری کی پریشوش تقریروں کی تعریف کی تھی حالانکہ خود مولانا حبیب اللہ بھی مجھے مقرر تھے۔

۱۹۱۹ء کے آغاز پر بمبئی کے چن بھیر سیٹھوں نے منظور کرانہ کی اور کئی غفلت کی گئی تھی نام سے ایک مفای جامعہ قائم کی جس کے روح روال سیٹھ احمد علی قنوی اور سیٹھ عمر سہرانی تھے اس مفای جامعہ کو آل انڈیا نیشنل کونسل سب سے پہلے مولانا عبدالحامد البدری فرنگی محلی کو مولا اس مقصد کے لئے انہوں نے کھیتوں میں بڑے پیمانہ پر آل انڈیا مسلم لیگ کانفرنس طلب کی جس کے انتظامات اور جاناندگی کے کثیر مصارف حضرت باری میں نے خود برداشت کئے۔ (موسیٰ ہے کہ بدھری خلیق الزماں نے اپنی انگریزی کتاب *History of the Muslim League* میں اس واقعہ کو نوڈر طور پر پیش کیا ہے اور حضرت باری میاں کے اس کارنامے کو چھپانے کی کوشش کی ہے اس کانفرنس میں بمبئی کی چھوٹی سی مفای خلافت کمیٹی کو آل انڈیا کمیٹی بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ حد درجہ بمبئی میں کھانا منظر ہوا اور ہر پارٹی کی نمائندگی کے مالک میں قائم کی جائیے نوزانیہ آل انڈیا خلافت کمیٹی کی پہلی نشست مولانا ظفر اللہ ملک علوی مرحوم ایڈیٹر الشاطریہ تھیں کوششوں سے کمترین میں قائم ہوئی حضرت

باری میاں عہدہ قبول کرنے سے بہت گھبراتے تھے چنانچہ سبب متاثر سین ہیر ستر مرحوم کھنڑی غفلت کمیٹی کے پہلے صدر اور سید رشید الدین مولوی کی پہلے سکریٹری مقرر ہوئے۔ دفتر فرنگی محل میں حضرت حاجید کی محل مرا کے قریب قریب طرز کے ایک چھوٹے سے مکان میں تھا اور مولانا حبیب اللہ شہید فرنگی محلی انیس سکریٹری کے فرائض انجام دیتے تھے۔

کھنڑی جس کانفرنس میں بمبئی کی خلافت کمیٹی کو آل انڈیا بنانے کا فیصلہ کیا گیا اس میں مولانا عبدالحامد البدری بھی شریک تھے اور ان کی پرکھش تقریر تھیں کا اتفاق مجھے پہلے مرتبہ ہوا۔ نوجوان عبدالحامد البدری کو سیاسی سرگرمیوں کے لئے نیا میدان مل گیا انہوں نے کبھی تنہا اور اکثر اپنے برادر مردم کے ساتھ خلافت کمیٹی کی شاخیں قائم کرنے کے لئے ملک کے طویل دورے شروع کئے یہ واقعہ ہے کہ کم از کم بریل کے فرض دلول میس کوئی شہر یا بڑا انڈیا میں جہاں خلافت کمیٹی قائم کرنے میں مولانا حامد البدری نے بالواسطہ یا بلاواسطہ حصہ لیا ہے۔

مولانا عبدالحامد جالندہ میں نور بصورت اور جامعہ زمین تھے اور دار میں ترم تھا اور جب کبھی اپنے استاد اور بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالحامد قادری کے محفوض و الہامانہ انداز میں الفاظ کی پے پیاہ نکرون کے ساتھ جوم جوم کر تقریر کرتے تھے اسارے مجمع پر چھا جاتے تھے۔ حالات تیزی سے بدل رہے تھے جالندہ میں سولہوی معصومات کی ترقی کے لئے سید الاحرار حضرت مولانا حسرت موہانی نے دس لاکھ روپے کے منظور شدہ سرمایہ سے کانپور میں لینڈ فرم قائم کی جس کا نام خلافت سرکشی اسٹور تھا شیخ الہند حضرت مولانا سید محمد حسن درویش دی واسیرا شامہ اس کی رسم افتتاح انجام دیا ایک عرصہ کفایت دی رہے تھے۔ دائرہ بکریوں کے بورڈ کے چیرمین کانپور کے شہسور خیر تاجرخان بہادر عاقل محمد علی تھے داس خیر میں صافقہ ہایت سین میر سٹور اور فیلنگ دائرہ بکریوں مولانا حسرت موہانی۔

میں حضرت سید الاحرار کی زنجیر عہدیت میں منسلک نور سال

پیشتر ہر چکا تھا اور یہ عقیدت برہمنی جاری تھی حضرت سید الاحرار کے حکم پر میں نے سنہ ۱۹۲۷ء میں اپنی کالج کی تعلیم کو ترک موالات کی قربان کیا پر بھیت چڑھا دیا۔ حضرت مولانا مجھے لکھنؤ سے کانپور لے گئے اور چونکہ میرا معقول کلرس تھا جاہلیں روپے ماہوار پر دینے خلافت سریشی اسٹورز لیسٹن میں اکادمی مقرر کر دیا۔

حضرت سید الاحرار کی سیاسی مصروفیتیں برہمنی جاری تھیں پیٹنے میں مشکل سے چار روز کانپور میں قیام کا موقع ملتا تھا ترک موالات اور تحریک خلافت کے سلسلہ میں طوفانی دوران کا سلسلہ آئے دن جاری رہتا تھا اور اب میں خلافت سریشی اسٹورز میں مل کر پورے شہر کے فرائض انجام دیتا تھا سیاسی سرگرمیاں لفظ عروج پر پہنچیں، مولانا کے لئے اسٹورز کی دیکھ بھال تقریباً ناممکن ہوئی اور سببہ سفید کا سارا اختیار میرے ہاتھ میں آ گیا۔

میری نوعمری اتنی بھاری ذمہ داریوں کی منتی نہیں ہو سکتی تھی اور مجھے ندامت کے ساتھ انراٹ کرنا پڑا تھ کہ میری بعض غلطیاں خلافت سریشی اسٹورز لمیٹڈ کے لئے جو حضرت سید الاحرار کی زندگی کا عظیم نقیر کا نام تھا بہت مضر ملک تباہ کن ثابت ہوئیں لیکن اس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اگر سب خلافت اسلام لیگ کے تمام مشا بہت در مسلم لیڈر ان اور سرپرستوں کا خیال عام و کبر علی شوکت عثمانی، جنگد سارچند کلریٹینہ بھگت جیسے انقلاب پسندوں کی رہنمائی اور کالے پانی کی جزا کالے ہوئے لوگوں سے میری ذاتی واقفیت ہو گئی اور بعض سے گہرے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے خلافت اسٹورز انتہا پسندوں کا مستقل مرکز بن گیا تھا صحاف ادل کا کلن اب سیاسی رہنما تھا جو قومی تحریکوں کے سلسلہ میں کانپور آتا اور حضرت سید الاحرار سے ملنے کے لئے خلافت اسٹورز پہنچتا۔ حضرت سید الاحرار چونکہ سیاسی سرگرمیوں کی تباہ پر زیادہ تیار رہتے تھے اس لئے ان کے والد کی خاطر وکالت کے فرائض میں ہی انجام دیتا تھا۔

بہر حال خلافت سریشی اسٹورز کی حیثیت بعض ایک تجارتی

فروم کی نہ تھی، بلکہ یہ ایک مستقل سیاسی و انقلابی ادارہ بنا ہوا تھا جس کی تفصیلات کے لئے ایک کافی طویل مضمون کی ضرورت ہے۔

اسی خلافت اسٹورز میں ایک واقعہ ایسا ہو جس نے میری مولانا عبدالحامد بریلوی سے کم و بیش تین سال کی مصنفی کو اس قدر مستحکم بنا دیا کہ پچاس برس تک اس میں بال برابر دفعت نہ پڑا۔ بات یہ ہوئی کہ سنہ ۱۹۳۷ء کے اوائل میں حضرت سید الاحرار کے ایک بہت پرانے سگھ دوست مسرور کش سنگھ کے فرزند سرور بھٹا اور سگھ اجپور نے بعد میں سرور بھگت سنگھ کی حیثیت سے ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں کبھی نہ مٹنے والی شہرت حاصل کی، پنجاب سے کانپور آئے ہوئے تھے اور خلافت اسٹورز میں متیم تھے ایک دوست کے ہونہار فرزند کی حیثیت سے مولانا ان کا بہت خیال رکھتے تھے مولانا کی بارگاہ میں یہ نیا حضری تقرب میں پرورش یافتہ بزرگوار سنگ کی آگ بھڑکی اور میں نے سرور بھگت سنگھ سے لڑنا عہدہ ناما شروع کر دیا۔ بیان تک کہ ان سے ایک دن میری باقاعدہ ملاقات ہوئی اور سرور بھٹا اور سگھ عرف بھگت سنگھ خلافت اسٹورز میں قیام ترک کر کے لاہور گیش شکر و دیار تھی انہیں شہر کی ہر ناپ کے پاس چمے گئے اور باہر چلی صوبہ کے بہت مشہور کانگریسی لیڈر تھے اور ان کا رجحان انقلاب پسندی کا جانب تھا اور کانگریسی لیڈر تھے کی مشہور سیاسی دیکھنی کا سارا منصوبہ انہی کے غبار پرست کے دل میں بٹا تھا۔ دوا بھٹی کی کانپور کے فرزند ایک بہت مسلم سارا شہر میں سبوروں کے محلوں میں گھرے ہوئے سناؤں کوڑا لے کر کوشش میں متعصب سبوروں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے تھے اور ان کی لاشیں سڑکوں کے بعد مسلمانوں نے شہر کے کانگریسیوں کے دفتر پہنچائی تھی۔

سرور بھگت سنگھ سے میری فوری اساتذ کے وقت حضرت سید الاحرار سیاسی دورے پر کہیں باہر گئے ہوئے تھے چند روز بعد کانپور واپس آئے اور میں نے یہ واقعہ گوش گزار کیا تو فوری طور پر مولانا کا بہت صلہ ہوا۔ کیونکہ انہی سرور بھگت سنگھ ایک تو مولانا کے پرانے دوست سرور کش سنگھ کے بیٹے تھے اور پھر مولانا کے پاس بھٹا بھان متیم تھے میرے

ایک سیاسی فریقوں کو بھی موقع خوب ہاتھ آیا جنہوں نے ۱۸۱۸ اور ۱۹۱۹ سال کے دارالحکومت کی دھواں دھلی کا اس نادر پڑھنا چڑھا کر پیش کیا کہ حضرت سید الاحرار جو سے درحقیقت نا اہل ہر گئے اور دن بھر بات دلی دوسرے دن گفتگو کی نویت آئی تو میں نے زندگی میں پہلی بار آخری مرتبہ محسوس کیا کہ حضرت مولانا کے دل میں میری جانب سے تکرار پیدا ہو گیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت سید الاحرار کو مجھ سے اتنی ہی محبت تھی جتنی ایک شیوخ باپ کو اپنے لڑکے بیٹے سے ہو سکتی ہے اس پر بلا شغف کے کہی گئی یعنی شاید اب بھی موجود ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مجھ پر سید الاحرار کا فغلی جیسا کہ کل جاؤ اور میری اخلاقی تربیت کے لئے سخی ایک حدوں سے زیادہ ہو سکتی تھی لیکن میں اس دلیل مشابہ میں بہت ہی تنگ مزاج اور آگ کا پرکار تھا پھر کہ وہ ہائے تو مار کر دگستان کا منہ ملے میں اس وقت جب کہ میں خراب اپنے پاؤں پر کھڑا ہی مارنے اور سید الاحرار کے دامن شفقت سے محروم ہوجانے کا اندیشہ کر چکا تھا خلیب مولانا علی مدظلہ کی جو کئی دن سے کاغذ آئے ہوئے تھے اور پڑھنے کے ساتھ حاجی محمد سید محمد صاحب تاج بانس منڈی کے ہاں مقیم تھے خلافت اسٹور میں برادبان ہر گئے خلاف سولی اسٹور کا وہ سبھا سا محل دیکھا تو سب کچھ مجھے دوسرے جگہ سے میری نری مسئلہ کے وقت موجود بھی تھے انہوں نے کسی تہجد کے لیے میری بلندی میں تقریر شروع کر دی مولانا علی مدظلہ کی آپ نے کئی پرچش سیاسی تقریریں سنیں لیکن ایک سلام کی صفائی میں ہو گیا وہ بحث سننے کا اتفاق پہلی بار ہوا تھا انہوں نے میری بے گناہی بلکہ مظلومی ثابت کرنے کے لئے اپنی خطابت کے پورے جوہر صرف کر دیئے اور ان میں انہوں نے جوہر کے انداز میں اپنے بالائے حد جسم کو پیش دے کر بڑے ذرا لعلی مزاجی سے کہا کہ مولانا یہ نہ بھرتے کہ سردار ملی کے حالہ کی وفات کو ابھی صرف چند ماہ گزرے ہیں اب جانتے ہیں کہ اسے اپنے باپ سے کس قدر محبت تھی ہم نصیب سردار ملی آپ کو اتنی شکل میں اپنے باپ کا حضور دیکھ کر کسکین حاصل کرتا ہے اگر آپ پر بھی نادر کرے تو کہاں ملے گا۔

سید الاحرار مولانا حضرت مولانا رحمہ کریم کی منہ لڑتی تصویر تھے

مولانا عبدالحامد بریلوی کی پرچش تقریر کا خاص کر آخری الفاظ سے متاثر ہو گئے میری طرف دیکھا آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے

نواب سیال سردار ملی تم اتنی ہی بات پر رو نہ گئے۔
 افتخار دلی کو لے کر چاروں سو کے بعد واقعہ کہتے وقت میرا چہرہ انگوٹوں سے ترسے اور میں رو رو کر کھڑا ہوں کہ حضرت سید الاحرار کے پورے چہرے میں مجھے اپنے پیادے اور بہت ہی پیارے باپ کی شبیہ صاف نظر آئی نہ سے بے ساختہ چیخ نکلی تھی تیرہ کر سید الاحرار کے تدریس میں گراؤ پریش ہو گیا نہ نہیں کھٹی دیر پر چوٹ رہا نہ کھٹکے تو میرا سر سید الاحرار کے زانو سے پاک پر تھا اور مولانا علی مدظلہ بریلوی میرے چہرے کو پرچش میں لانے کے لئے پانی کے جھینٹوں سے تو تھا اپنی عبا کے دامن سے پونچھ رہے تھے بات آئی گئی ہو گئی مگر مولانا عبدالحامد بریلوی کی اس صحت کو انی کہتے اگر انفس دل پر چم کر دیا گیا میں نے بارہا مولانا سے جذبہ سوزنیت کا اظہار کیا اور مولانا بھی کبھی کبھی بہت ہی بے تکلف پرانے دوستوں کی شکل میں مجھے جھینٹے کے لئے کہتے تھے۔ صابری بھائی کی تقریر بھی تھی جس میں دن میں شیک وقت پر خلالت اسٹور پہنچ گیا وہ آج وہ ایڈیٹر ہوتے ڈیڈر۔ خبردار کی گاڑی کی چو پال میں پیال کے بھرنے پر اسی پانی میں گواہا مدیر اور ہائی ستم کا حقہ کر گزرتے ہوئے۔

دوسرے دن کا آخری مارچ میں مجھے پہلے مرتبہ لاٹو سب خلافت کیٹی ارنال انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ راجستھان میں شرکت کا موقع ملا سید الاحرار مولانا کی دن پیشتر محترم سید صاحب اور حاجی صاحبزادی عزیزہ بیگم سلیمان کے ساتھ اٹھارہ بارہ واہ جو چکے تھے مجھے خلافت اسٹور کی مصروفیت کا دورے کا پندرہ مارچ کا پڑا۔ کا پندرہ سبیشن کی مقصد تارو سے دو دل پہلے میں پنجابی سردار گران دلی کے محرم لیڈر گرو محمد رفیق خلافتی رہا پیش محمد قاسم اور نہایت دم پرش اور عذری نوے سال کی بہت بڑی والدہ کے ساتھ جو ہر سے کے میز جل پھر بھی نہیں سکتی تھیں اور بارہ واہ ہمارا آہستہ پانی نہایت دم پرش اور مصروفیت کے مشورہ بندی نہ ہو گا کسی میڈیو کی کورنٹ پارک آف انڈیا کی نازندہ لیڈر کیس کے ہوتے سید الاحرار مولانا حضرت

انہی کے مکان میں گویہ پرستے تھے۔ اس زمانہ میں تہذیب و رام پرشار کی جہل میں
تھے۔ بہرہ نے میرے پیغام صحیحاً تھا کہ ان جو نکلا نکلیں سیدہ میں شریک
ہیں ہو سکتے ہیں اس لئے میں ان کی فوسٹ سالہ حضرت ران کو اپنے ساتھ احمد آباد
لے کر جہاد اور دہلا لانا تدریجی جی کے سپرد کر دیا۔

آج کو سیشن پر سلا نامید لکھنؤ کی بریلی کی کو بیچ کر ملے باغ
 ہو گیا۔ وہ اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا عبدالمجید قادری مدظلہ العالی کی بریلی
 علیہ الصلوٰۃ والہ وسلم اور پارٹی کے دیگر افراد کے ساتھ احمد آباد سے تھے
 اسی زمانے میں بی بی عائشہ کی بریلی سے منظر کلاس چھٹا میں تھوڑے
 کلاس میں معز کو یہ اتفاقاً اردو لکھنؤ کے پاس مسکینہ کلاس کا ٹکٹ تھا
 لیکن نہ لکھنؤ کے گروہ سے احمد آباد تک پہنچا اور نہ اسے ساتھ سفر پر کلاس
 میں ملے کیا۔ تہذیب دم پر شاو معز کی نوے سالہ بڑی، ان ہاری پارٹی کے
 لئے تکلیف دہ ثابت ہوئی تھیں۔ میں جوانی میں بہت ہی جھنجھٹا، مجھے
 تہذیب کی والدہ کی وجہ سے الجھن ہوتی لیکن اردو لکھنؤ کے کبھی نہیں ملتا
 تھا۔ گروہ رفیق مجھ سے عمر میں بہت بڑے تھے اور وہ انصاف و مروت سے مالا مال تھے۔
 کامیابیوں کے سب سے زیادہ گروہ صاحب احمد خان صاحبیت حسین میر شہر رحیم کا
 اعزاز کرتا تھا۔

گودھی مجھے بہت چاہتے تھے، میری پرستش انہوں نے انہیں
پریشانی ہوتا اور میرے دل سے جنگ ہائی کے گریو اب مجھے بڑا سبک
کہتے چوہلی سوا گون دہلی کے عزیز دکن اور خلائی رہنما شمسہ خاتون صاحبہ
جو ان کے کان میں بھیج رہی ہیں، فوری طور پر بہت خوش مزاج ہیں ان پانچ
مذاہب کا وہ باہر بار پڑتا رہا کہ کیا رشتہ کے سارے مسافروں کی کڑے
خبر لے لے کر اس انڈیا کی کہاں کہتا ہے جتنے جہاں کے گلی میں کسی ہندو
تس اور کسی میں لکڑی کا ایک ٹکڑا تھا، کسی خطرے کے موقع پر انڈیا
نوجوانوں سے نکل آیا لیکن گروں کی رستی اور لکڑی کا ٹکڑا ایسا چھٹا کہ
انڈیا کی بھی شامت آگئی، لیکن سوا تا مہر نامہ بدلائی کی حالت مختلف
تھی انہوں نے جب مجھے پریشان اور دستوں کے مذاہب کا نشانہ دیکھا
تو زہر و یا جرح بدلی کی دیکھ کر حال اپنے نوہ لے لی۔

اس سفر میں مورانا جلد کھاد کی فراقت نفس اور بوجھوں کے احترام کا یہ واقعہ کبھی غور میں نہ کیا جاسکے گا کہ غائب و میرے اسپیشل انڈر پرنٹ منشی کی ماں نے مجھے کہا کہ جیسا میرے مشنان کا انتظام کرو دیں مشنان کئے بغیر راستہ میں نہیں کر سکتی۔

خیال فرمائیے کہ سولہ سال کی نیم پانچ خاتون کے عشق کا انتظام
 دسویں میں کہاں اور کس طرح کیا جاسکے۔ میں نے معلوم کر لیا کہ یہ لڑکا
 نے فرما دیا اہاں ہی کوئی بات نہیں، اختتام کا انتظام ابھی کرتے ہیں۔

اتفاق سے ہمارے کپہارنٹ میں تقریباً سبھی مسلمان تھے مولانا عبدالحق نے باہر نکلا کر بہت مختصری تقریر کی اگر کوئی کے مشہور و مشہور تھیوت نام پر شاہ و معلم جیل میں ہیں اور ان کی موجودگی سے مولانا نے یہ امر بتایا کہ مسیحی ایک روزی مانی اپنی بیٹے کا نام لگائے گئے ۲ لکھیں سسین میں شریک ہونے احمد آباد جہاں یہی ان کے لئے آستان کا انتظام کرنا ہے میں ساگر لیس ڈی گمبیل اور والٹیرس سے کچھ کچھ بھری ہوئی مسلمان کی جھوٹی سی تقریریں کر بہت سے مشہور والٹیرس نہایت نام پر شاہ و معلم ہمارے قاناکہ جے پکارتے ہوئے دوڑ پڑے۔ ان میں ہندو تھیں جو شامل تھے۔ نہایت جی کی مان کو ہا متقل ہا متقل بیچا ہا رگہ مولانا صاحب ہمارے حکم کی تعمیل میں والٹیرس نے زمین کی عداوت کی ملتی ہوئی لکھی بہت سے دیوانا آستان کے لئے پانی کی باتیاں بھرنائے، لیٹ نام پر اس کا انتظام کیا گیا۔

لکھنؤ میں حضرت سلطان احمد اہلادی نرنگی مٹھی کی جلد چھپوہ مرحوم
عبد سید علی احمد علی سلیم پور کی دریا فل سے اُلی انڈیا انجمن خدام البحرین
تاکم ہری رولا نعلی محمد قلندری بدایونی نامی سلسلہ میں نہایت پوش و فروش
سے کلام کیا۔ طبعی قدر کے بہت ذائقہ میں انجمن خدام البحرین کی رش خیر
خانہ میں اس کو کسی فراموش نہیں کیا جاسکے گا اسی سلسلہ میں سلطان اس
سور سے ملے کے لئے مولانا عبد اللہ نے بڑے بھائی کے ساتھ مجاز بھی گئے
تھے۔ سلطان عبد اللہ عبد الی کی شادی کوچہ نیلوت دہلی میں خان بہادر ڈپٹی
جہا الدین کے گھر میں ہوئی تھی جب میں نے بعض نکلیت و معاملات کی بناء
پر کانپور کو سرکار کو دیکھ کر واپس مستقل سکونت اختیار کی تو مولانا میری

طویل لاقایم تھے وہ ہر وقت تھیں۔ سائنس کمیٹی کے سلسلہ میں جب
اہل اندیا مسلم لیگ، جناح لیگ اور شیعہ لیگ کے دو گروہوں میں منقسم
ہو گئی اور علامہ اقبال موخر الذکر لیگ کے جرنل سکریٹری مقرر ہوئے تو مولانا
علامہ قادری بدایونی نے شیعہ لیگ میں گرج کر مشی سے جھٹلایا اور منہ پر پورٹ
کی مخالفت میں سید الاحرار مولانا مسرت سہانی کے ساتھ حضرت مولانا عبدالمجید
قادری، مولانا عبدالحامد قادری اور مولانا آزاد سبھانی کے طویل روزوں اور پرجوش
تقریرات کی یارگی تلاش کی جاسکے گی۔

قائد اعظم محمد علی جناح کی زیر قیادت آل انڈیا مسلم لیگ کے نشاۃ
نائبہ پر مولانا عبدالحامد نے محریک پاکستان کو سیلاب بنانے کے لئے جوش
خود جس کے ساتھ حصہ لیا اور مسلم لیگ کے بنیام کو سندھستان کے گوشے
گوشے میں پہنچایا اس سے کون مالت نہیں۔

پاکستان بن جانے پر بھی مولانا عبدالحامد قادری بدایونی اگرچہ
روڑھے ہو چکے تھے لیکن ان کی قومی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہ آئی۔ دفتار
سے کچھ عرصہ پیشتر، کچھ میں کنیسر ہو گیا تھا جس کے آپریشن کے نئے دو
انڈین گئے تھے لیکن دستوں کی شدید مخالفت کے باوجود گلے پر سنے کا
مسئلہ پوری تندرستی سے جاری رکھا۔

مولانا عبدالحامد قادری بدایونی کچھ صوفی مشرب مسلمان تھے۔ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ پاک سے گہرا قلبی تعلق تھا، اکبر الہار
اور الیاء اکرام سے بے پناہ عقیدت تھی میری نظر میں ان کا ایک بہت بڑی
سازنامہ ہے کہ جن نے صرف یہ نہیں کو خود دو دین کے قریب، حج مکے اور افسر
افدرا پر حاضری کی سعادت حاصل کی، بلکہ متعدد افراد کو اس سعادت سے
مشرّف ہونیکا اپنی کادشوں سے موت فراہم کیا۔

قطعة تاریخ انتقال مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

(از سید سیفی ندوی)

عبد حامد سراپائے جہد و یقین عالم دین و سرمایہ اہل دین
سرفرازے کہ ملت از و سر بلند داشت بر آستان محمد جمیل
خاک پاک بدایوں فرد زندہ باد سر بر آورد از و آفتابے چنین
غوش برفت از جہاں سوئے دار بقا شد جہاں از جدائی ذاتش غمیں

باتقم گفت سیفی ز سال وصال

منبر عبد حامد بہشت بزمیں۔

حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی جید عالم اور یگانہ روزگار خطیب

اکثر و بیشتر ان مجلسوں سے خطایب کیا جن میں تادم اعظم اور بیات علی
خاں بہ نفس نفیس شرکت فرماتے تھے۔

واقم الحروف بلا خوف و تردید فرمائی کہ مرحوم متحدہ ہندوستان
کے علماء میں سب سے پہلے وہ عالم دین تھے جس نے مسلم لیگ کے پلیٹ
فارم سے کانگریس کے ظلم کو توڑا اور جو ہے کہ تادم اعظم محمد علی خاں کی
بلند نگاہوں میں وہ نہایت اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور مسلم لیگ کی
حاجت کرنے والے علماء کی جماعت میں امیر کاررواں شمار کئے گئے۔

اس گدار میں سے کسی کی اہمیت گھٹانا مقصود ہے اور
ذول اناری اگرچہ پاکستان کے بہت سے علماء جو پاکستان میں تھے نظر
پاکستان کی حفاظت کر رہے ہیں اور مختلف سیاسی پلیٹ فارمز سے
اپنی جٹ لوطی کا ڈھنڈو پیٹ رہے ہیں آل انڈیا نیشنل کانگریس کے
جھنڈے تلے اور آل انڈیا مسلم لیگ اور تادم اعظم محمد علی خاں کے مقابلے
میں حلیفانہ سیاسی چالیں چل رہے تھے۔ خدا مولانا عبدالحامد بدایونی
کو روک کر دے حزبت نعیم کرے انہوں نے اس محاذ پر نیشلٹ
علما کا مقابلہ کیا اور مسلم لیگ کی تنظیم میں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف
کیں۔ خاص طور پر مولانا نے تحریک پاکستان، شرقی اوسطا، عالم اسلام
کے اتحاد اور مسلم فلسطین، کشمیر کو عالم اسلام سے روشناس کرانے میں
ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔

مولانا کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کی تائید حمایت
کرنے کے بعد اس پر کسی حرف گیری نہیں کرتے تھے ان کا کسی جماعت سے
تعلق باہر ہا فرد سے تعلق و کرمان کی عادت تھی۔ وہ گلشن پرست تھے

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما مولانا علی محمد بدایونی کے
سیاسی زندگی کا آغاز تحریک خلافت سے ہوا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے
قیام کے بنی مولانا اس میں شامل ہو گئے اس نیک اسلام کی سب سے
پہلی ملاقات تحریک آزادی کے مقتدر لیڈر اور نیک زبانیاں پاکستان
نواب محمد اسلم خاں کے مکان مصطفیٰ کیسلی میرٹھ میں ہر ہی پہر آل
انڈیا مسلم لیگ کے عام جلسوں میں مولانا کو بہت قریب سے دیکھتے
اور سنے کا موقع ملتا اور قیام پاکستان کے بعد تیر ملاقات زندگی کا
مولانا بن کر رہ گئی۔ ہینڈ میں درجہ درجہ یہ سلوک حاصل ہو جانا بالکل
آسان ہی بات تھی۔ مولانا نے خدا کے فضل و کرم سے ۲۷ سال کی
عمر پائی۔ وہ ۱۸۹۷ء میں یوپی کے شہر بدایوں کے ایک مفتد و علی
گھرانے میں پیدا ہوئے۔ میان، اگرچہ کافی عرصہ سے کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن
کارائے میں ان کی تھک میں کینسر تھا اور چند ایک روزہ کی شکایتیں
سبھی تھیں لیکن مجموعی طور پر صحت بڑی نہ تھی اور یہ واقعہ ہے کہ مرحوم دم
والپسین تھی۔ ملکی سیاسی اور علی مصروفیتوں میں پڑھ چڑھ کر حق
لیختے رہے۔

جن لوگوں نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا ہے وہ
جانتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء کی قرارداد پاکستان کے حق میں جو رابطہ ہم چلائی
گئی مرحوم نے اس میں اپنے زور و خطابت کے ساتھ بھرپور حصہ
لیا اور مرحوم مسلم لیگ کے دیگر قدم میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ مولانا
بدایونی مرحوم آل انڈیا مسلم لیگ کے مخصوص خطیب تھے اور مسلمانوں
میں ان کی اس نہایت جماعت کی دلکش گیش کے سہرے ہی رہے انہوں نے

انہیں پہل ہی نہیں کاٹتے کسی عزت مند کے لئے مثالی کے طور پر حضرت ہارون
مرحوم ایوب صاحب کے حامی اور ان کے مددگار تھے اور ان کی جامعیت
جمعیت علماء پاکستان کے کنونشن مسلم لیگ کی جیٹہ تاسید حمایت
کی لیکن جب عوامی بیزاری کا زبردست طوفان ایوب خاں کے خلاف
اٹھا تو اچھے اچھوں کے خیمے لڑکھڑکے اور ایوب صاحب کے اکثر رفقاء کا
دشمن مہلڑی پر تڑپنے لگی بات یہ ہے کہ ایوب خاں کے خلاف
مولانا مرحوم نے ایک گفتگو سے کہیں لگا دلا دینی کوئی بیان دیا۔
مولانا مرحوم مسلم لیگ سے وابستہ عقیدت مند تھے ان کی ایسا دلالت کے یہ
تھی کہ عوامی قیادت کے لئے اس سے بہتر کوئی دوسرا سیاسی پلیٹ فارم
نہیں چنانچہ انہوں نے پاکستان مسلم لیگ (قائم گروپ) کی حمایت کا
اعلان کیا تھا، فرانسس جے کے عمر نے وفات کا دن حالیکہ ان میں وہ
پاکستان مسلم لیگ (قائم گروپ) کے بہترین معاون و مددگار
ثابت ہوئے۔

اقم محروم وقت، روزہ اخبار جہاں میں کتاب مذمت کا
صفہ ترتیب دیتا ہے، جب کہ دشواری پیش آتی تو حضرت مولانا
انتظامی اپنی صفائی و صفائی فرماتے، اور حضرت بدایوں مرحوم سے
مشورہ کرتے تھا، جب بھی ٹیلیفون کیا ہمیشہ ہمیں آئیر کلمات سے
نوازا فرماتے اچھا، تو زمانہ کہ حکمت میں پڑھاؤں ارے بھی نکال لیا
دیکھتی ہوتی اس سے سنا جاتا مسئلہ ہے، کبھی کہا فقرہ بھی چھت
کہہ دیتے اور ایسے شگفتہ انداز میں سمجھتی کہتے کہ مزا آجاتا۔

حضرت اسی اخبار اور زمانہ جنگ، ایسا حضرت فاضل بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ پر حضور نکوی مولانا کہہ دیا یا ٹیلیفون کیا اور سن رہا
"ارے میاں ہم تو آپ کو براؤ بیدی سمجھتے تھے اب معلوم ہوا کہ کچھ
معاہدہ ہم بھی ہو، دیکھ لیا آپ نے کبھی گہری چوٹ اور کبھی حسین
انداز میں کی۔

مولانا عبدالکام بدایونی نے ۲۲ مرتبہ حج بیت اللہ حضرت
خانم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے روحہ القدس کی زیارت کی وہ ان

نسا و علما اور اکابرین میں مشہور کہتے جاتے ہیں جن پر یہی طور پر تمام
پاکستانیوں کو لازم ہے ان کی دینی سیاسی اور قومی خدمات، مآثر و آثار
میں انہوں نے جہاں کو بھی جہاں جامعہ تعلیمات اسلامیہ قائم کیا وہاں علماء
کی تنظیم کے لئے ۱۹۴۸ء میں جیٹہ العلماء نے پاکستان کی بنیاد بھی رکھی
اور یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۵۱ء میں ۳۱ علماء نے، سلامی، انجمن کی اس
کے طور پر ۲۰۰۰ رکنیت کی سفارش کی تھی مولانا بدایونی اس میں شامل
تھے۔ مولانا بدایونی کی مصروفیت صرف محراب و منبر تک ہی محدود
تھی وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس بات پر اصرار کرتے تھے مثال کے طور پر
تحریک ختم نبوت کو انہوں نے صحیح سمجھا اور اس مسئلہ میں ایک سال کے
قرب کراچی اور سکھر جیل میں رہے۔ مولانا بدایوں مرحوم کی کتابوں کے
مصنف تھے اگرچہ ان کی تصانیف کو عوامی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی
لیکن وہ باب علم و فضل کے نزدیک مولانا کی تمام کتابوں میں سترہویں
قرن کے تالیف ہیں، مسیحی بات یہ ہے کہ مولانا کے سولہ تالیفیں سکون
ہزار و بہت کم تھا، لہذا ان کو دوسرے شاعری کی وجہ سے دھماحولی میسر نہ
ہوا جو ناہیث و تعریف کے لئے سزاوار ہے۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کا ایک شعر ہے جس میں
وہ فرماتے ہیں کہ

ہوں ہم تو نذر عشق نہ کہیں وہ مرثیہ

یہ بات ہے مروت اہل سخن سے دور

۲۱ جولائی کو مولانا مرحوم کے جنازے میں جن لوگوں نے شرکت
کی ہے ان کا شہادہ ہے کہ جس وقت اس ذلیل قوم اور پکڑا خلاص و
علی کا جنازہ اٹھایا گیا تو ہزاروں کی ہزاروں میں شریک ہونے والے سو گوارہ
کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ہر شخص ایسا محسوس کر رہا تھا کہ جیسے دینی اور
سیاسی حلقوں میں صف مانم سمجھ گئی ہے اگرچہ اب کئی سال سے یہاں
اور نقابہت کی وجہ سے مولانا عام جلسوں میں شرکت کرنا پسند نہیں کرتے
تھے لیکن طبیعت کی خوالی کے باوجود اگر کسی جلسہ میں تقریر کرنے کے لئے
ہو جاتے تو وہی سحر کن انداز اختیار کرتے جو عہد شباب سے چلا

آرہا تھا۔

مولانا عبدالحمید دہلوی کا عظیم سے بڑا راست تعلق پچاس سال سے اوپر ۱۸۱۱ء میں نے غیر مالک کے سفر بھی گئے، ظاہر ہے کہ کچھ گوئیوں کو ان کے طریقہ کار سے اختلاف بھی رہا ہو گا اور یہ دعویٰ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی پوری پہلک نصف غلطیوں اور خامیوں سے پاک رہی لیکن یہ عزت ان کے ہر حریف اور حلیف کو با کدہ ایک بلے پا پر مقرر اور دیکھنا روزگار خطیب تھے۔ اور انہوں نے شہرت زمانہ کی کے بہت سے محل نہایت خوبی اور خوش سسلوی کے ساتھ طے کئے۔ ان کا شمار ہندوستان کے صف اول کے قوی کا کرتوں میں ۱۹۱۶ء سے ہی ہوتا تھا لیکن آل انڈیا مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد ان کے جوہر اور کھیلے سہا ملیٹ فارم ہو تو ہر لیڈر سے اچھی تقریب و عطا و تلقین کی مجلس ہو تو بڑے بڑے حیدر عالم منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ دل نبض کیفیت اور عناد سے بالکل غالی اکثر مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی بات پر بے حد خفا ہوئی لیکن جب اس کی وضاحت کی گئی اور بات مولانا کی سمجھ میں آگئی تو وہی شفقت و صہایت سارے غلے شکوے ختم۔

مولانا عبدالحمید دہلوی نام باطل اور صوفی باصفائے اولیاء اللہ سے بے حد عقیدت تھی۔ ان کے دم سے قال اللہ انذال قال الرسول کی مصلحتیں یاد رہیں۔ مولانا عبدالحمید دہلوی کو منگھر سپرد ہو کر جہاد و تبلیغات اسلام پر اس کے وہ ہال ہیں، کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور ہم سب کو ان اعمان کی توفیق عطا فرمائے جن پر انسانی فخر کرے، اخلاق کو جن پر ناز ہو۔ الوداع مولانا دہلوی بیک۔
عالم میں تم سے لاکھ سہی تم مگر کہاں

تاریخ وفات

هو القادر المقدر رالہ العالمین

۱۳ ۹۰ ۱۳

اسمہ فی الارض حامدا لقا

۱۳ ۹۰ ۱۳

انتقل الی رحمۃ اللہ حامدا

۱۳ ۹۰ ۱۳

لبیب ادخلہ رحمۃ اللہ

۱۳ ۹۰ ۱۳

دار المؤمنین عند ملیک مقدر

۱۳ ۹۰ ۱۳

انہادی القادری۔ حیدر آباد دکن

عبد حامد مبین عثمانی

قدریت سے جس کو نسبت ہے

وہ جس کو شہید حکیم شہید

جس کا علم و عمل وراثت ہے

زور بازو سے حضرت منظور

جس کی ضرب المثل خطابت ہے

جس کی گفار پر کہیں سامع

بارک اللہ کیا فصاحت ہے

عشق سرکار دہر جہاں دل میں

جو کہ طفرائے اہل سنت ہے

لبتہ ہر دم درود و ذکر حبیب

بس یہی دہ جہاں کی نعمت ہے

حق کی رحمت سے مدح خواں سول

داخل مطربان جنت ہے

۱۳ ۹۰ ۱۳

باغ مایوسی ظاہر کی۔ بعد میں کچھ سوچ کر سترٹائی لگائے۔ دس دن کے قیام میں خیمہ منڈیں ہونے لگی۔ مولانا کو جب بھی ہر شے آتا ہی فراتے کہ مجھے لپٹے لپٹے چلنے کا کہ میں اس تاریخی اجلاس کی زیارت کر سکوں۔ ڈاکٹر نے ہر جذبہ منع کیا مگر آپ کا اصرار اس کے انکار پر غالب آیا۔ چنانچہ آپ تمام اکابر ملای کی مجلس میں بیٹھے تشریف لائے۔ تمام علماء چشم براہ تھے۔ جلسہ انتہائی اہتمام و جوش سے منعقد ہوا۔ حکیم صاحب کی چارپائی ڈائیس پر رکھی گئی۔ آپ نے تمام تقاریر سماعت فرمائیں مطلقاً اسلام کے موقع پر گریہ جاری ہوا۔ اور آپ جوش میں آکر مؤذبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے آپ کا کھڑ ہونا عقائد تمام ماننے ٹوٹ گئے اور میں اسی معراج عشق و عقیدت کے عالم میں آپ کی روح قیود جسم سے آزاد ہو کر عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

مولانا عبدالحمید القادری عبدالیونی نے ایسے بزرگ خاندان میں پرورش پائی۔ ابتداً اپنے آبائی اجدادی مدرسہ قادریہ میں اپنے پیر مرشد حضرت مولانا عبدالغفر صاحب سے کت میں پڑھیں۔ زان بعد حضرت مولانا محی احمد صاحب۔ مولانا حافظ نجف صاحب مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب مولانا مشتاق احمد صاحب کا پوری اطلاع حضرت محمد رفیع ثانی مولانا واحد حسین صاحب اور مولانا عبد السلام صاحب علی سے تعلیم حاصل کی۔ آخر زمانے میں الہیات کی تکمیل اور قرآن قرآن شریف کے شوق میں آپ دو سال تک مدرسہ الہیہ کانپور میں مقیم رہے اور وہاں سے دیانت آکر مدرسہ شمس العلوم کے نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ تقریر، خطابت اور وعظ گوئی آپ کے خاندان کا ہمیشہ طرز امتیاز رہا۔ چنانچہ مدرسہ شمس العلوم کے سالانہ جلسوں میں آپ کی تقاریر حضوری اہمیت کی حامل ہوتی تھیں۔

تین سال تک مدرسہ شمس العلوم میں مولانا بایونی صاحب درس دیتے رہے اور اسی کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مختلف مذہبی اذوق میں بھی شریک مرتے رہے۔

مولانا کا خاندان اور جذبہ جہاد

حضرت مولانا عبدالحمید القادری کے اجداد کیا ایک طرف تو نصوت اور علم کے اہل مقام ہیں اترتے۔ تو دوسری طرف لافروں سے دلی نفرت رکھتے تھے۔ ان میں اکثر بیشتر افراد تو ایسے تھے جو انگریزوں سے کسی قیمت پر ملنا تک گوارا نہ کرتے تھے۔ ہر صفحہ میں انگریزوں کے دانشے اور قبضے کے دقت مولانا بایونی صاحب کے ایک محترم بزرگ حضرت مولانا فیض احمد صاحب بایونی نے علامہ فہرست حق خیر آبادی کے ساتھ رحمن کے خاندان سے مولانا بایونی کے اجداد علی حقیقت سے وابستہ تھے (انگریزوں کے خلاف کھلم کھلا تحریک شرع کی اس دقت سے لیکر حضرت مولانا علی صاحب کی حیات مبارک تک یہ حال رہا کہ آپ طلباء اور مریدین سے اکثر و بیشتر زائر تھے انگریزوں سے جہاد کی تیاری کمر چنانچہ حریت و آزادی کے جذبات خاندان مجیدی کے تمام افراد میں موجود تھے تا آنکہ انگریزوں نے ترکوں کو ختم کرنے کے لئے جو تباہ کن کوششیں کیں۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قادری جیسا دلی کال راتوں کو ترکوں کی کامیابی کے لئے دعائیں مانگا کرتا۔ (ایلیس ریوی) کی فیسج کی خوشی میں ایک عظیم الشان جلسہ ترتیب دیا گیا جس میں پچاس سالہ ہزار افراد جامع مسجد شمس دیوں میں جمع تھے۔ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جلسہ میں دعا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا فرض ہے۔ جو انگریز ہمارے مقامات مقدسہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ سن میں ایک ن ایسا آئے گا کہ انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑے گا۔ اور جو ہندو مقامات مقدسہ پر گولی باری کر رہے ہیں۔ مستقبل میں لندن کے قلعے پر بھی گولے برسائیں گے" یہ وہ دقت تھا جب کہ لوگ انگریزوں کے خلاف کوئی جملہ بھی نہ نکال سکتے تھے۔

اسی زمانے میں حضرت مولانا عبدالیونی فرنگی محل نے رئیس الہاد مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی خادم کعبہ کو پہلی بار لکھنؤ سے حضرت مولانا مقدس صاحب کی خدمت اقدس میں روانہ فرمایا۔ یہ دونوں

بہائی بائبل تشریف لاکر آسمانہ حلیہ قادریہ کے ان کردوں میں
 ٹھہراتے تھے جہاں مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور دیگر علماء
 فضلاء قیام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا مقتدر صاحب (جن کا
 اکثر بیشتر وقت یاد الہی اور اس کے بعد پڑھنے پڑھانے میں گزرتا تھا)
 نے حضرت مولانا عبد الماجد صاحب القادری و حضرت مولانا عبدالحامد
 صاحب دہلوی کو حکم دیا کہ علی برادران کی خاطر و قرائع میں کمی نہ کی جائے
 آخر میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ بعض چیزیں جو اپنے ہاتھ سے تیار
 کر لیتے۔ فراغت طعام کے بعد اپنے خاندان کے بڑوں اور چھوٹوں کو
 مناجات کرتے ہوئے فرمایا: علی برادران اسلام کے سچے اور محلیس
 مجاہدین ہیں جو انگریزوں کے خلاف صفا آراء ہیں۔ اپنے خاندان
 کے لوگوں کو علوان اور مولانا حامد میاں، مولانا ماجد میاں کو خصوصاً
 حکم دیتا ہوں کہ یہ دونوں انگریزوں کے خلاف تحریکات میں ان کا
 ہاتھ بٹائیں۔ چنانچہ مولانا باقونی صاحب اور آپ کے برادر بزرگ
 مولانا ماجد دہلوی نے اپنے ہیرو مشرک کے حکم کی مطابقت ہندوستان
 کے ایک ایک گوشہ میں پہنچ کر تحریک خلافت کو مستحکم اور مضبوط کیا
 مولانا عبدالحامد دہلوی و مشرک خلافت کمیٹی دہلیوں کے جنرل سگریٹری
 تھے۔ یوپی، خلافت ہاؤس کمیٹی اور سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی کی
 مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ اور پورے ہندوستان کے صوبہ جات میں
 تحریک خلافت کے پیغام کو مقبول بنانے میں مہمک رہے۔

تحریک خلافت مسلمانوں کی زندگی میں ایک ایسی عظیم الشان
 تحریک تھی جس نے ہندوستان اور عالم اسلامی کے نونے ہوئے
 رشتوں کو ایک مرتبہ پھر جوڑ دیا۔ اور مسلمان جسم واحد کی طرح
 ایک ہو گئے۔ ترکوں کی امداد اور تحریک آزادی کو نئے نئے کے
 لئے علی برادران اور دوما کے خلافت نے گاندھی جی کو انتہائی
 گوشہ نشین کے بعد اپنے ساتھ شامل کیا اور ملراہ دوہر گاندھی کی
 لیڈری اور ہندو مسلم اتحاد کی خاطر خرچ کیا۔ لیکن بھارتیہ اور
 شاہدہ نے اس چیز کو واضح کر دیا کہ گاندھی جی اور ہندو قوم مسلمانوں

کی اس تنظیم کو کسی طرح گوارا نہ کر سکے۔ نہایت مالویہ، پٹیل اور تمام
 ہندو عوام ہر موقع پر اور پردہ اس عظیم تحریک کے خلاف سازشوں میں
 مصروف رہے۔ چنانچہ ایک طرف پوری چوراکا ڈھونگ بچایا گیا تو دوسری
 طرف منہرا۔ اگر وہ وغیرہ کے افسوس میں مسلمانوں کو آویہ بنانے کی منظم
 ہم مشرک کی تھی اور وہ گاندھی جی جنہیں علی برادران میدان سیاست
 میں لانے تھے، شرعاً ہند کی تحریک آزادی سماج سے خلاصہ کیا جیسے کرنے
 لگے۔ دوسری جانب آگلی میں نہرو رپورٹ پیش ہو گئی۔ یہ رپورٹ مسلمانانہ
 کی عزت قومی کے لئے ایک چیلنج تھی۔ مولانا محمد علی اس رپورٹ کے بعد اور
 علامہ باقونی صاحب شہر کے آغاز کے وقت کانگریس سے علیحدہ ہو گئے
 ورجہاں جہاں مشرقی کام کیا جا رہا تھا ان حلقوں میں پہنچ کر
 مستقل طریقے سے تبلیغی جدوجہد شروع کر دی۔ اور مرکز تبلیغ الاسلام
 بنانے کی وجہ سے ایک فعال رکن کی حیثیت سے شریک ہو گئے
 یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک خلافت نے اپنے تمام کارکنوں کے
 اندر باہم محبت اخلاص کی ایک لہر دوڑادی تھی۔ بائیں ہند تحریک خلافت
 بعض وجوہات کے باعث ایک مستقل سیاسی تحریک کی حیثیت حاصل کر چکی
 مگر ہندوستان کے مسلمان کے قلوب اذان میں آزادی کی بے انتہا
 تڑپ پیدا کرنے میں تحریک خلافت کے کردار کو کوئی بھی غیر جانبدار
 مورخ نظر انداز نہیں کر سکتا۔

مسلم کانفرنس اور مولانا باقونی

ہندوؤں کی رواجی تنگ نظری اور ان کی متعصبانہ تحریکات نے
 مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور انہیں میں بیداری کا جذبہ تیزی سے
 پروان چڑھنے لگا۔ پڑوسی قوم کی عیشی اور سازشی ذہنیت کی بنا پر
 وہ مجبور ہوئے کہ اپنا ایک جداگانہ نظام عمل قائم کریں۔ تحریک
 خلافت کے بعد بڑی بڑی آقاخان کی صدارت میں مسلم کانفرنس کی بنیاد
 پڑی جس کے پہلے جنرل سگریٹری مولانا فیض داؤدی تھے اور خلافت
 کے تمام اہم جن میں مولانا باقونی صاحب صفت اول میں شامل تھے۔

مسلم کانفرنس کی تحریک میں شریک ہو گئے۔ تاآنکہ لندن میں راولپنڈی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کی مسئلہ الازہار تقریر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی تھی جو یادگار زمانہ سمجھی گئی۔ جسے مولانا بدایونی نے مجلس غلامت کمیٹی برائوں کی جانب سے کتابی شکل میں شائع کیا۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کا اس کانفرنس کے زمانے میں انتقال ہو گیا اور آپ کی میت بہت المقدس میں دفن کی گئی لندن کانفرنس کے بعد مسٹر جناح نے مسلمانان ہندوستان کے مطالبات کو ردی اور مؤخرینانے کے لئے اول مولانا شوکت علی صاحب اور ثانی اسماعیل خان صاحب سے مشاورت کئے اور طے کیا کہ مولانا شوکت علی کی قیادت میں قریب باغ دہلی میں ہندوستانی مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو مدعو کیا جائے جو مولانا بدایونی اپنی میں جمعیۃ علماء کو منظم فرما چکے تھے۔ لہذا وہ اس کی طرف سے مندوب ہو کر دہلی کانفرنس میں شریک ہوئے۔

اور بعد ازاں خلافت کی وہ جماعت جو ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کی حیثیت رکھتی تھی اس کے اکثر بیشتر افراد مسٹر جناح کے موید ہو گئے مسٹر جناح نے طے فرمایا کہ ہونے والے انتخابات میں مسلمانوں کی نمائندگی صرف مسلم لیگ کرے گی۔ تمام صوبہ جات میں پارلیمنٹری بورڈ تشکیل دیتے گئے اور انتخابی دورے شروع ہو گئے۔ جمعیۃ علماء ہند دہلی جو کانگریس پرستی میں مشہور و نیکاد حیثیت رکھتی تھی اس کے چند ارکان کچھ دہلی تک مسٹر جناح کے ساتھ رہے لیکن بعد میں یہ تمام افراد کانگریس کے ہم فضا ہو گئے۔ علامہ بدایونی صاحب اپنی 'سہ ماہی'، 'ہمسار'، 'آریہ'، 'بنگال'، 'آسام'، 'مبلی'، 'کراچی'، 'سندھ'، 'بلوچستان'، 'پنجاب' صوبہ سرحد کے درافزادہ مقامات پر مسلم لیگ کے انتخابات میں نمایاں طور پر لیگ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ خان برادران کے مقابلے میں جو معرکہ ہوا ان میں مولانا بدایونی صاحب کی گراں قدر خدمات ایسی ہیں کہ آپ کی فتوحات سرحد کا خطاب دیا گیا۔ اسی طرح سلہٹ بنگال جہاں مولانا حسین احمد ٹانڈی کا اتر خاص تھا اور جسے مولانا کا حسین حسین کہا جاتا تھا علامہ بدایونی نے کانگریس طائفے کے مقابلے میں الحمد للہ

شاذ اور طریقے سے مسلم لیگ امیدوار کو کامیاب بنایا۔ ہندوستان کے تمام گوشوں میں مسلم لیگ کانفرنسیں ہوئیں۔ ان کانفرنسوں میں مولانا بدایونی صاحب شریک ہوتے اور مسلم لیگ کو مستحکم کرتے اور پاکستان کے قیام کی تحریک کو نہایت ہی مؤثر اور دلی نشیں انداز میں پیشا فرماتے۔

یہ خصوصیت مولانا بدایونی صاحب کو ہی حاصل رہی کہ آپ مسلم لیگ کے اسٹیج سے ہمیشہ منہ ہی دعایات پیش کرتے رہے۔ مولانا کی تقریروں میں ہمیشہ یہ پہلو نمایاں رہتا کہ ہم ایسا پاکستان بنانا چاہتے ہیں جہاں کتاب و سنت کے مطابق حکومت کی جائے اور جہاں ایسا معاشرہ تیار کیا جائے جو حرام کاریوں سے دور ہو۔ اور فواحش کا مرتکب نہ ہو۔ مولانا بدایونی صاحب مسلم لیگ کانفرنس منعقدہ لکھنؤ ۱۹۳۷ء سے دیکر ۱۹۴۷ء تک مسلم لیگ اور قیام پاکستان کی تحریک میں سراپا مشغول رہے۔

فائدہ اعظم محمد علی جناح اور خان لیاقت علی خان نے ایک وفد سعودی عربیہ مولانا بدایونی صاحب کی سربراہی میں روانہ کیا۔ جو ظاہری طور پر تو حاجیوں کا ٹیکس بند کرنے کے مسئلہ میں بھیجا گیا مگر اصل غرض یہ تھی کہ حجاج کرام اور دنیا سے قرب کو پاکستان اور مسلم لیگ کے موقف سے روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ علامہ بدایونی صاحب مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی اور سیدنا طاہر سعید الدین ارحانی پیشوا جماعت پورہ کے نمائندے ملا عبدالرسول صاحب شہزادہ حیدر جہد کی۔ الحمد للہ کہ وہاں سلطان ابن سعود کے مابین کامیاب مذاکرات ہوئے۔ سلطان ابن سعود نے وفد کے نقطہ نگاہ کو قبول سے سننے کے بعد تسلیم کر لیا کہ حاجیوں پر ٹیکس لگانا ناجائز ہے۔ اس وفد کی کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف تو مسٹر عراقی شام۔ اندونیشیا کے لوگ مسلم لیگ اور پاکستان کے موقف سے متعارف ہو گئے اور دوسری طرف سلطان ابن سعود نے ۴۰۰ روپے سے زیادہ کا حج ٹیکس ختم کر دیا۔ تاآنکہ پاکستان مولانا شوکت علی۔ علامہ بدایونی۔

زیب اسٹیل خالی اور تمام ارکان خلافت کی تسرہ نیوں اور مسافروں کی دیوت
بن گیا۔ اگرچہ ہندوستان کے ہندوؤں نے پاکستان بنانے کے جرم میں
مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا اور ان کو ہر طرح کی ہتھکڑیاں پہنائیں کہ
تمام سے ان کو آجائیں مگر؟

ۛ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کر بلا کے بعد

پاکستان بن گیا۔

مولانا بدایونی صاحب اور

کانگریسی حکومت کی یلغار

کیونکہ مولانا بدایونی صاحب مسلم لیگ کی صفِ اول اور علمائے
کی طرف سے کانفرنس کے مسلمانوں میں اکثر و بیشتر اعلیٰ کے گزرنے والے
داعی تھے اس لیے کسی وقت بھی دامن اسلام کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔
مولانا کی راہ میں طرح طرح کی کجمنیں ڈالی گئیں۔ اور میری حالت
میں جب کہ قائد اعظم خاں لیاقت علی خاں۔ اکثر و بیشتر افراد کو پاکستان
لے جانے کی تحریک کا آغاز کر چکے تھے ہندوؤں کی ہمتیں زیادہ سے زیادہ
بڑھ گئیں۔ جیلے بدایونی پورے یوپی میں مسلمانوں کی اکثریت اور حقیقتِ اسلامی
کی وجہ سے مشہور تھا اس لیے کانگریس نے ہندوؤں کو خانہ کی کر یوپی
کے اصلاح میں جہاں مسلمانوں کا زور ہے اسے توڑ دیا جائے۔ گئے
کی قربانی ہندوؤں کے لئے سب سے بڑی تکلیف دہ بات تھی۔ مولانا
بدایونی صاحب کے مکان میں اندرون محل پر سہا برس سے قربانی ہوتی
چلی آرہی تھی۔ مقامی حکام نے پہلے تو مسلم لیگ کے ان ممبروں کو جو اس
کے سہارے پر بیٹھ کر کے اکرتے تھے آواز دیا کہ وہ ایک جلسہ کر کے
لے کریں کہ اس سال قربانی نہ ہوگی۔ مولانا بدایونی صاحب نے جامع
نشئی بدایونی میں نماز جمعہ پڑھا کر اپنی تقریر میں فرمایا۔ مسٹر بدایونی
مسلمانوں کا مذہبی شعار ہے جسے ترک نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی۔
کانگریس نے قربانی بند کرنے کا کوئی فیصلہ کیا ہے۔ اگر فیصلہ بھی کرے
تب بھی مسلمانوں پر قربانی کرنا واجب ہو جائے گا۔ حکام کے کارروائیوں

نے کلکٹر ضلع کو باور کرایا کہ شہر میں ایک بھی قربانی نہ ہوگی اور نہ
مولانا بدایونی صاحب قربانی کریں گے۔ ان دنوں بعد اس قضاوی برادری کو
جس کی اکثریت مولانا بدایونی صاحب کے خاندان سے بیعت تھی مجبور
کیا گیا کہ وہ مولانا بدایونی صاحب کے ہاں قربانی کرنے نہ جائے مولانا
بدایونی صاحب نے نماز عید الاضحیٰ پڑھا کر اپنے خطبے میں فرمایا کہ میں
قربانی جس طرح سے ہمیشہ کرتا رہا ہوں اسی طرح کروں گا۔ ہر مسلمان اپنے
ضمیر اور عقیدے کے مطابق عمل کرنے کا مجاز ہے۔ چنانچہ جامع مسجد
اکر قربانی ادا کی۔ شہر میں جیسے ہی خبر پہنچی تو دیگر محلے کے مسلمانوں کا بھی
حوصلہ بڑھا اور پھر ہر محلے میں مسلمانوں نے ہمت و بہادری سے فریضہ
قربانی ادا کیا۔ اس واقعہ کے بعد کلکٹر اور محکمہ پولیس مولانا کے خلاف
مختلف قسم کے اقدامات کا ارادہ رکھتا تھا۔ مگر مولانا قربانی کے واقعہ
کے بعد ہی مسلم لیگ کے اہم چیلے نہیں شرکت کے لئے لکھنؤ گئے۔ اور
پھر لکھنؤ سے ہماریس محرم پڑھنے نبی شریف لے آئے جہاں کے سے
آپ کی تعارف پہلے سے طے تھیں اور اس مولانا کے پیچھے پیچھے وارنٹ
گرفتاری پھر ادا ہوا۔ یعنی سے مولانا سید سے کراچی کے لئے عازم ہو گئے۔
کیونکہ یہاں مسلم لیگ کا وہ اہم جلسہ ہونے والا تھا جس میں ہندوستان
کے لئے علیحدہ اور پاکستان کے لئے جدا مسلم لیگیں بننے والی تھیں۔ اسی
درمیان میں تحریک ہجرت زور شور سے جاری تھی اور گزروں میں مسلمانوں
کا قتل عام ہو رہا تھا۔ چند افراد بدایونی سے آگئے۔ جن سے مولانا بدایونی
کو یوپی کے حالات کا علم ہوا۔ آپ نے قائد اعظم اور خاں لیاقت علی خاں
سے مشورہ کیا۔ ہر دو تائیں نے یہی رائے دی کہ آپ ہرگز ہندوستان
واپس نہ جائیں اور ہل دھیل کو بھی جلد کر لیں۔ مولانا نے اس
مشورے کو قبول کرتے ہوئے کراچی میں مستقر رہنے کا ارادہ کر لیا
اور جب سے کراچی میں مقیم ہے۔ (جناب محترم سید ہاشم رضا ایڈیٹر پٹر
کراچی نے آپ کو گارڈن ویسٹ میں ایک مکان الاٹ کر دیا)
مولانا بدایونی صاحب کی کراچی میں
معروفیات اور مشائخ!

مرکزی مہاجرین کمیٹی کا قیام

کیونکہ مہاجرین کا ایک سبب سرائیکی کی حالت میں کراچی کی طرف چلا آ رہا تھا اور کس لا کوئی نظام موجود نہ تھا اس لئے مہاجرین کو شدید پریشانیوں اور صعوبتوں کا سامنا تھا۔ اس لئے مولانا بدایونی صاحب نے اپنی پہلی قیام گاہ واقع آدم خجہ تقریباً چند دستان کے ہر صوبے اور علاقے کے نمائندوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کر کے مرکزی مہاجرین کمیٹی کی بنیاد ڈالی اور کھوڑے ہی عرصے میں مرکزی مہاجرین کمیٹی مہاجرین کی سب سے بڑی جماعت بن گئی۔ جس کے عمومی جلسے میدان آرام باغ اور شہر کے بڑے بڑے حصوں میں منعقد ہوتے۔ مہاجرین کی ضروریات کو پورا کیا جاتا اور مستقل دفتر کمرے کے ادب حکومت سے ضروریات پوری کرائی جاتیں۔ بدقسمتی سے کس وقت بحال میں بعض استاذ مہاجر کش ذہنیت کے بھی تھے جنہیں مہاجرین کی تنظیم کسی طرح پسند نہ تھی۔ اور وہ مہاجرین کے مطالبات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے مسائل میں مسلسل پھینچ گیاں بڑھتی گئیں۔ مگر مرکزی مہاجرین کمیٹی نے طے شدہ مطالبات کا کام جاری رکھا

مولانا بدایونی صاحب کی گرفتاری

یہ حالات کی انتہائی ستم پسندی اور مقام حیرت ہے کہ مولانا بدایونی صاحب جیسی شخصیت جسے انڈیا میں کانگریس حکومت گرفتار کر رکھی اور جس شخص نے اپنی زندگی کے دس فیصدی مسائل مسلم لیگ اور پاکستان کے لئے قیام کر دیئے۔ اس کو چند خود غرضی اعمال نے اپنے ذاتی جذبہ کے تحت کراچی جیل میں سیٹھی ایٹک کے تحت تین ماہ کے لئے ڈال دیا۔ مولانا بدایونی صاحب کراچی جیل کے ان کمرے میں رکھے گئے جہاں کبھی مولانا محمد علی جوہر رکھے گئے تھے آپ نے کراچی جیل میں قیدیوں کی تعلیم ان کی اخلاقی حالت کی دیکھی اور تحریک نماز میں اپنا بیشتر وقت صرف کیا اور جیل والوں

کو نمازی بنادیا۔ مولانا نے کراچی جیل میں یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم حنین۔ یوم سیدنا عیسیٰ الاعظم جیسی تقاریر کا ابتداء بھی کی۔ تین ہفتے کی مدت گزارنے کے بعد مولانا جیل سے باہر گئے

جشن میلاد نبوی اور مولانا بدایونی

مولانا بدایونی صاحب نے ابتداء جمعیتہ علمائے پاکستان کے قیام کے بعد جشن میلاد نبوی کی تحریک کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور جمعیتہ علمائے پاکستان اور مرکزی مہاجرین کمیٹی کی جانب سے پہلے سالانہ جلسہ نبوی عظیم الشان جلسہ میلاد اور شہر میں چراغاں کرنے کا اہتمام کیا۔ خواجہ شہاب الدین صاحب اور مسٹر محمد ایوب کھوڑو اس وقت کے وزیر اعلیٰ سندھ سے ملاقاتیں کیں۔ خواجہ برادران سنے اول تو عید میلاد اور چراغاں پر مذہبی حیثیت سے بعض شبہات کا اظہار فرمایا لیکن مولانا بدایونی صاحب کے دلائل اور معلومات سے ہرگز مضبوط سنے کے بعد آرام باغ کے جلسے عام میں شریک ہونے کا وعدہ کر لیا۔ یہ پہلا جلسہ کراچی کی تاریخ میں عظیم الشان جلسہ تھا جس میں خواجہ ناظم الدین، خواجہ شہاب الدین اور مسٹر ایوب کھوڑو نے شرکت کی۔ اسی طرح جو جلسے اس سال مسٹر ایوب کھوڑو کی قیادت میں نکالے گئے اس جیسا جلسوں کراچی میں پھر کبھی نہیں نکلا اور نہ اس جیسا چراغاں کبھی ہو سکا۔ مولانا بدایونی کا یہ اقدام اول ان کی کراچی کی زندگی میں ایک بہترین اقدام تھا جو طبقہ اہلسنت کے مولات دیرینہ کے لئے ایک مستقل شاہ راہ بن گیا۔

دستور سازی اور مرکزی جمعیتہ علمائے پاکستان

جمعیتہ علمائے پاکستان نے جس وقت میلاد کانفرنس کامیابی کے ساتھ ختم کر لی اس وقت پاکستان کے دستور کا مسئلہ شروع ہو چکا تھا۔ جمعیتہ علمائے پاکستان نے تقریباً ۸۰ عظیم الشان سالانہ کانفرنسیں منعقد کیں۔ جن میں صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان،

پنجاب، مشرقی پاکستان کے علما اور دانشائے سینکڑوں کی تعداد میں...
 شریک ہوتے رہے (حضرت نور الدین صاحب پر طریقت طائے شہر بازار۔
 فضل عمر فاروق مجددی افغانی، حضرت پیر شاہ آغا صاحب عبداللہ صاحب
 فاروقی مجددی سرسہندی، حضرت پیر سرچولی شریف، حضرت پیر
 ہالوں صاحب، حضرت پیر شوری صاحب، حضرت مولانا ابوالحسن صاحب
 قادری، حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب کاشفی، حضرت مولانا سعید
 محمود علی صاحب قادری، صاحبزادہ فیض الحسن صاحب، مولانا قادری فیض احمد
 صاحب اور نمایاں علما و دانشائے کافی تعداد میں شرکت فرمائے رہے اور اپنے
 خیالات عالیہ سے سرفراز فرماتے رہے)۔ جمعیت کی ان کانفرنسوں میں
 اور عمومی جلسوں میں بتایا جاتا رہا کہ جن لوگوں نے پاکستان بنایا ہے
 اور اس کے لئے قربانیاں دی ہیں ان کی مشفق خواہش ہے اور...
 مطالبہ ہے کہ پاکستان کا وہی دستور قابل قبول ہوگا جو کئی مسند
 اور فقہ کے مطابق ہو۔ جمعیت علما نے پاکستان کے تمام مشائخ علما کو
 اپنے پلیٹ فام پر بھی کر لیا۔

کثیر کانفرنسوں میں درج ذیل حکومت پاکستان خواہ شہر لہجہ
 اور نوابستان احمد گورمانی بھی شریک ہوتے رہے۔ سردار محمد ابراہیم
 خان اور دوسرے بڑے بڑے علماء جمعیت علما نے پاکستان کے جلسوں
 میں شرکت کی ہوئے۔ جمعیت علما نے پاکستان کی کانفرنس آرام باغ اور
 جہانگیر پارک اور گلگت گراؤنڈ میں منعقد ہوا کرتی تھی۔ جس میں کچھ
 کے لاکھوں مسلمان شریک ہوتے رہے اور سب کا یہی مشفق مطالبہ
 رہا کہ دستور وہی قابل قبول ہوگا جو کتاب سنت اور احکام فقہ
 کے مطابق ہو۔ مرکزی جمعیت علما نے پاکستان کے دستور کے سلسلے میں
 اپنے مسودات بھی شائع کر کے حکومت کے حوالے کئے (۳۴ علما کا جو اجتماع
 کراچی میں دستور کی ترتیب کے لئے منعقد ہوا اس کے اندر علامہ بدایونی مولانا
 مفتی صاحب اور خان صاحب نے مرکزی جمعیت علما کے پاکستان کی طرف سے
 نمائندگی فرمائی)۔ جمعیت علما نے پاکستان کے اغراض و مقاصد میں پاکستان
 کی حفاظت و صیانت داخل تھی۔ چنانچہ انسان کی تبلیغ و اشاعت۔

کے لئے اس کے دوزخ صرف پاکستان بلکہ مصر۔ حجاز عراق۔ ترکی
 لندن۔ روس۔ چائنا۔ الجزائر۔ تونس۔ کویت۔ ایران۔ بحرین
 بھی گئے اور انتہائی مفید خدمات انجام دیتے رہے (اور آج تک ان
 مالک کے علما، مشائخ و علماء بدایونی کو یاد فرماتے ہیں۔ مصر۔ عراق
 سعودی عرب۔ تیونس۔ کویت وغیرہ خط و کتابت کرتے رہے)۔ جمعیت
 علما نے پاکستان کے حسب ذیل مشاہیر عالم اسلامی سے ملاقاتیں
 کیں اور ان میں سے اکثر کو اپنے یہاں کے اجتماعات میں مدعو بھی کیا
 ۱۔ مفتی اعظم فلسطین سید امین الحنینی

۲۔ جناب خرم بدیع۔ صدر حکومت تیونس

۳۔ شہنشاہ ایران

۴۔ شہنشاہ فیصل

۵۔ درج ذیل کویت و بحرین۔

۶۔ شیخ محمد سرور الصبان، مسکری جزی۔ رابطہ عالم اسلامی

عالم اسلامی کے طلباء اور قائدین بھی جمعیت علما نے پاکستان کے
 اجتماعات میں شریک ہے۔ مملکت پاکستان کے گورنر جنرل اسکندر مرزا
 جناب سردار عبدالرب نشتر مرحوم، ڈاکٹر سید طاہر حسین الدین صاحب
 امیر جامعہ ابوہریرہ، مسٹر آغا اصفہانی، علامہ رشید ترائی و دیگر فرقہ
 کے بہت سے علماء جمعیت کے اسٹیج پر تشریف لاکر خطاب کرتے رہے
 جناب دین محمد صاحب گورنر سندھ اور دوسرے اکابر بھی جمعیت کے
 جلسوں میں شریک ہوتے رہے۔

مولانا بدایونی صاحب نے مرکزی جمعیت علما نے پاکستان
 کو پوری دنیا کے اسلامی میں مقارن کرتے ہوئے دنیا کے اسلام
 سے جمعیت علما نے پاکستان کے نعت کو مستحکم بنیاد پر قائم کر دیا۔
 اور مرکزی جمعیت علما نے پاکستان کے کاموں میں پاکستان کے علاوہ
 عالم اسلامی کے مسائل خاص طور پر سنے رہے عالم اسلامی کا شاید ہی
 کوئی اہم مسئلہ ایسا ہو جس میں جمعیت علما نے پاکستان کی آواز اور
 اعانت شامل نہ رہی ہو۔ جمعیت علما نے پاکستان وقتاً فوقتاً مختلف

زبانوں میں اپنا لٹریچر شائع کرتی رہی ہے۔ خصوصیت کے ساتھ سچ ٹیکس اور حفاظت و بقائے گنبد خضرتی مقدسہ کی تحریک کے لئے چودہ ارکان پر مشتمل جوڈو مولانا بدایونی کی قیادت میں حجاز مقدس میں جاکر اس سلسلے کے مضامین، بڑیاں، عربی نثری اور ترکی اور اردو شائع کئے گئے۔ اسی طرح جن جن ممالک میں مولانا بدایونی صاحب نے پہنچ کر کام کیا ان کی روکڑوں میں بھی مختلف زبانوں میں شائع ہوتی رہیں۔ مرکزی جمعیتہ علمائے پاکستان اسلام آباد، مشاورہ اسلامیہ، تحریکات کے لئے پوری سرگرمی سے کام کرتی رہی۔ یوم انداد تحریکات اور بدایونیوں کی لوک مقام کے لئے علامہ بدایونی مسلسل علمی جہاد فرماتے رہے۔

مرکزی جمعیتہ علمائے پاکستان نے اپنی حکومت کو وقتاً فوقتاً بھی مشورہ دیا کہ وہ کتاب سنت اور احکام فقہ کی روشنی میں کام کرے اور ایسے مسودات تیار کرے جو کتاب سنت اور احکام الہی کی مطابق ہوں۔ چنانچہ حکومت پاکستان نے ایک بنیادی و اساسی کام یہ کیا کہ ایک اسلامی مشاورتی کونسل قائم کر دی جس کے حضرت علامہ بدایونی بھی ایک رکن تھے اور آپ پوری آزادی کے ساتھ تحریکات کے انداد اور بدایونیوں کے متعلق اپنی سفارشات قلمبند فرما کر کونسل کو پیش کرتے تھے شراب نوشی، رسود، اور دیگر محرکات کے خلاف آپ حکومت کو اپنی سفارشات دیتے رہتے ہیں۔

جبکہ جمعیہ ہندوستان، اس کے معادین کی طرف سے پاکستان کے خلاف کوئی انتہا نہیں کیا جاتا تو جمعیتہ علمائے پاکستان پوری قوت کے ساتھ اپنے شدید رد و عمل کا اظہار کرتی۔ علامہ بدایونی جب بھارت نے یکپارگی پاکستان پر فوجی حملہ کر کے جنگ کا آغاز کیا اور پاکستان نے اپنی مدافعت کی تو سب سے پہلے علامہ بدایونی اور مرکزی

جمعیتہ علمائے پاکستان نے ان رائلٹی کو جہاد مقدس کے نام سے یاد کر کے پوری ملت پاکستان کو آادہ جہاد کیا تمام مشائخ و علمائے الحمد للہ اپنا فرض ادا کیا اور مریدین و معتقدین و طلباء میدان میں

آئے کے لئے تیار ہو گئے۔ اعلان تک سبیل پوری قوم اور تمام عساکر اسلامی میدان کا زار میں اپنے سے سرچند کے مقابلے میں صف آرا ہو گئے اور دشمن کے دانت کھٹکے کر دیئے۔

مرکزی جمعیتہ علمائے پاکستان نے کسی وقت بھی اپنے مذہبی موقف کو ترک نہ کیا۔ اور نہ کبھی پاکستان کی سالمیت اور حفاظت کے جذبہ سے اپنے کو غالی رکھا۔

جہاد اور مرکزی جمعیتہ علمائے پاکستان

ستمبر ۱۹۴۷ء میں جس وقت ہندوستان نے پاکستان کے خلاف جنگی اقدامات کئے تو سب سے پہلے مرکزی جمعیتہ علمائے پاکستان نے اس لڑائی کو جہاد قرار دے کر انتہائی سرگرمی کے ساتھ پوری قوم کو پاکستان کی حفاظت کے لئے تیار کیا۔ مولانا بدایونی صاحب اور مرکزی جمعیتہ علمائے پاکستان کی مجلس عاملہ اور تمام مشائخ و علمائے اہلسنت پورے جوش و جذبہ کے ساتھ میدان عمل میں آ گئے۔ علامہ بدایونی صاحب نے ایک ذمہ داری قبول کی جس میں کراچی، لاہور، ہندو اور دیگر شہروں کے چھوٹے علمائے شالی ہوئے اور علامہ بدایونی صاحب کی سرکردگی میں یہ وفد فیڈرل کونسل محمد الوب خاں صاحب سے ملتا ہوا آزاد کشمیر اور مغربی پاکستان کے جنگی علاقہ جات میں ایک ایک دورہ کرتا رہا۔ دو ایک دوپے سے زیادہ کام سامان اور گیارہ ہزار روپے نقد آزاد کشمیر کے مدد کی ضرورت میں پیش کیا گیا۔

مرکزی جمعیتہ علمائے اور عالم اسلامی کی تحریکات

مرکزی جمعیتہ علمائے پاکستان جہاں انڈون پاکستان، مذہبی اور قومی معاملات میں مشغول اور ملت پاکستان کے معاشرے کی اصلاح و درستگی میں مشغول رہی۔ وہ مشہور سے لیکر اب تک مسلسل عالم اسلامی کے مسائل میں بھی دلچسپی لیتی رہی پاکستان میں عالم اسلامی کے جس قدر مشاہیر تشریف لائے ان

سب کو اپنے یہاں مدعو کرتی رہی۔ علامہ بشیر ابراہیمی 'الجزائری'۔
 مفتی اعظم فلسطین اور سربراہان ممالک اسلامی کو جمعیتہ علماء پاکستان
 کے صدر مولانا بدایونی صاحب مدعو کرتے رہے۔ مرکزی جمعیتہ علماء
 پاکستان کے مقررہ وفد منعقد ہوا سعودی عرب۔ مصر۔ عراق۔ (یو
 کے، روس، چین، جزائر، تونس، نائیجیریا، کویت، ایران، بحرین
 جیسے ممالک میں جا کر کام کرتے رہے۔ پاکستان و عالم اسلامی سے
 تعلقات کا استحکم رکھنا جمعیتہ کا اولین مشرعیہ رہا۔ سربراہان
 ممالک اسلامیہ میں ہر مسیحی شاہ فیصل (سعودی عرب) جلال، مصر
 صدر جمال عبدالناصر، صدر عراق، صدر تونس، شہنشاہ ایران، شیخ
 کریم بن شیخ بحرین سے علامہ بدایونی صاحب اور ان کے رفقاء
 نے ملاقاتیں کیں۔ خود میں مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان
 کے زعماء و علماء بھی شریک رہے۔ مرکزی جمعیتہ علماء پاکستان
 کے صدر مولانا بدایونی صاحب تمام علماء سے اتحاد کی تحریک کو عملاً
 مستحکم کرتے رہے۔

یہودیوں اور عربوں کی جنگ

مرکزی جمعیتہ علماء پاکستان مولانا بدایونی صاحب کی
 قیادت میں ایک ایسی تحریک۔ زندہ جماعت رہی جس نے کسی وقت بھی
 عالم اسلامی کے معاملات سے بے پروائی اختیار نہیں کی۔ جیسے ہی
 عربوں اور یہودیوں کی جنگ کی اطلاعات اخبارات میں شائع
 ہوئیں سب سے پہلے مرکزی جمعیتہ علماء پاکستان نے عربوں کی اس
 لڑائی کو جہاد قرار دیا۔ اور بڑے بڑے پوسٹر شائع کئے۔ اولاً
 مجلس عاملہ کے ارکان کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ بعد ازاں میدان
 آرام باغ میں کراچی کی اہم سیاسی جماعتوں کے اشتراک عمل سے
 مرکزی جمعیتہ علماء پاکستان کا ایک اہم جلسہ بغیر شام کی صدارت
 میں منعقد ہوا جس میں پوری قوت کے ساتھ یہودیوں کے حملے کی شدید
 مذمت کی گئی اور عربوں کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔ اس کے بعد مرکزی

جمعیتہ علماء پاکستان نے عربوں کی امداد کے لئے ایک تحریک مساجد
 میں شروع کی۔ ایک ہفتے کے اندر اندر ڈھائی ہزار روپے کے کسب شرق
 اردن روانہ کئے گئے۔ اور کئی صد روپیہ صدر پاکستان کے عرب فرائض
 جمع کیا گیا۔ مولانا بدایونی صاحب یہودیوں کی جنگ کے آغاز سے لیکر
 اس وقت تک اپنے پیسوں، بیانات میں عرب اتحاد پر زور دیتے ہوئے
 برابر کھڑے ہیں کہ بیت المقدس تمام عالم اسلامی کے مسلمانوں کا قبیلہ
 اول ہے اس لئے بیت المقدس کی جنگ تمام عالم کے مسلمانوں کی جنگ
 ہے۔ الحمد للہ حکومت پاکستان کا موقف نہایت عمدہ اور واضح رہا۔
 جسے عربوں نے بھی کافی پسند کیا۔ جمعیتہ علماء پاکستان جب کہ بیت المقدس
 اور اس کے علاقے عربوں کو واپس نہ مل جائیں تاہم غرض سے نہ بیٹھے گی۔

مولانا بدایونی اور اصلاح قوانین پاکستان

چونکہ حضرت علامہ بدایونی صاحب حکومت پاکستان کو شروع سے
 یہ مشورہ دیتے چلے آئے ہیں کہ وہ اپنے دستور کو کتاب سنت کے مطابق
 بنائے اس لئے حکومت پاکستان نے کئی سال پہلے قوانین کی درستی
 کئے لئے ایک بورڈ بنایا جس کا نام اسلامی مشاورتی کونسل رکھا ہوا
 بدایونی صاحب اس مشاورتی کونسل میں شروع سے لے کر اس وقت تک
 ایسی بجا دیر پیش کرتے رہے کہ جن سے پاکستان کا دستور کتاب سنت
 کے مطابق ہو جائے۔ جب کہ یہی اسلامی مشاورتی کونسل اپنی مفصل رپورٹ
 شائع کرے گی اس وقت معلوم ہو گا کہ مولانا بدایونی صاحب نے کیا کیا
 مسودات ترمیم کیے۔

جامعہ تعلیمات اسلامیہ کا قیام

علامہ بدایونی صاحب کی یوں تو تمام تر زندگی تبلیغی، علمی، مذہبی
 روحانی خدمات سے عبارت رہی، لیکن پاکستان میں قیام کی غرض مولانا
 بدایونی صاحب کے نزدیک یہی تھی کہ پاکستان میں ایک ایسا ادارہ قائم
 کیا جائے جس میں علوم دینیہ، علوم جدیدہ دونوں کو یکجا کیا جائے۔

علوم شریعہ کے ساتھ علوم جدیدہ کی تعلیم بھی دی جائے۔ علما کو عربی کے علاوہ پارلنچ مالی زبانیں بھی سکھائی جائیں۔ اور مذاہب عالم سے بخوبی واقف کرنا ہوئے۔ اس جامعہ میں ایک سب سے لائبریری بھی ہو۔ اس مقصد کے لئے مولانا بدایونی صاحب نے پہلے تو آٹھ سال تک ہندوؤں کی حایتیہ متروکہ میں ایک ایسی وسیع عمارت حاصل کرنا چاہی جس میں جامعہ کے سارے نظام کو شروع کیا جاسکے۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اس لئے منگھوپر روڈ پر دارالمن کوہ میں کچھ تر ہزار گز زمین حکومت پاکستان سے حاصل کی گئی۔ اس زمین کے دیئے جانے میں نواب سہیل خاں خٹا کے بڑے صاحبزادے سرمدنی آئی سی ایس کی کوششوں کو خاص دخل رہا اور فیڈرل پارشل محمد اویب خاں صاحب مہر پاکستان کی خدمت گزری میں جامعہ کا یہ خاکہ جناب سرمدنی کی کوشش سے پہنچا۔ مروج نے جامعہ تعلیمات اسلامیہ کا سنگ بنیاد رکھنا منظور فرمایا۔ سنگ بنیاد کا یہ جلسہ ایک تاریخی قسم کا جلسہ ہوا جس میں صدر مملکت پاکستان نے جامعہ کے خاکے کو بہت پسند فرمایا اور جامعہ کی تعلیم کے لئے ایک لاکھ روپے کے گرانقدر عطیہ کا اعلان فرمایا اس وقت سے اب تک چار لاکھ روپے کے قریب کی عمارت تیار ہو چکی ہے جس میں ایک وسیع لائبریری، نو بڑے کمرے، ہر کمرے میں چار طاب علم کے رہنے کی جگہ رکھی گئی ہے۔

ایک عظیم الشان دروازہ اور سات کمرے طلباء کی رہائش کے لئے، ایک بڑا ڈائننگ ہال، تین بنگلے مساتذہ کے قیام کے لئے، بنائے جا چکے ہیں۔ مصر سے دو بہترین قاری تشریف لائچکے ہیں جنہوں نے تجوید و قرأت کا درس دینا شروع کر دیا ہے۔ ایک پاکستانی قاری ازبک پاکستانی عالم مقرر ہو چکے ہیں۔ درس نظامی کا آغاز ہو چکا ہے۔ معدیہ نصاب کے مطابق عنقریب کام شروع ہونے والا ہے۔ طوفانی اشول کے باعث تعمیر اور نصاب جامعہ کے شروع ہونے میں تاخیر ہوئی رہی۔ جامعہ تعلیمات اسلامیہ مولانا بدایونی صاحب کی زندگی کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی یاد ہر سہ ماہی تک قائم رہے گی۔

عالم اسلامی میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے وفد کا دورہ

علی انگریزی، فارسی زبانوں میں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کا لٹریچر بیرون پاکستان اگرچہ کافی تعداد میں بھیجا جاتا رہا مگر ضرورت تھی کہ ایک موقر وفد عالم اسلامی میں دورہ کر کے جامعہ کے اعراض و مقاصد سے دنیا سے اسلام کو آگاہ کرے۔ چنانچہ ایک وفد مولانا بدایونی صاحب کی قیادت میں اور سیّد حسین امام صاحب، آزاد بن حیدر اور بیگم بدایونی صاحب پر مشتمل حسب ذیل ملک کے دورے پر روانہ ہوا۔ مصر، ترکی، یوکرے، الجزائر، تیونس، سعودی عرب، کویت، عراق، ایران، ناہنجیریا میں دورہ کرتا ہوا اٹھائیس عالم اسلامی۔ اساتذہ کرام، یونیورسٹیوں کالجوں، مدرسوں میں دورہ کر کے ہر جگہ کے نصابیات معلوم کرنا رہا۔ جامعہ کے علمی اقدار و خصوصیات پر مشاہیر سے مذاکرات ہوتے رہے۔ طلباء اساتذہ، منتظمین سے کھل کر باتیں ہوئیں۔ اس دورے میں وفد کے ارکان کو کافی سے زیادہ مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ جہاں جہاں جو چیز بھی مفید اور بہتر معلوم ہوئی مولانا بدایونی صاحب اور ارکان وفد نے اس کو نوٹ کر لیا۔ مگر ہم اس دورے کے مقاصد کے بعد چند حالات نوٹ کریں تو اس کے اندر روحانی، علمی، جھفتی اشیاء و نوادر کا بیش بہا خزانہ موجود تھا۔ اس لئے کہ بارہ ملکوں میں جو خصوصیات نوادر ہیں ان کے حالات پر کچھ لکھنا خود ایک مستقل کتاب بہانہ اس سے زیادہ کی اس مختصر تذکرہ میں گنجائش نہیں۔

ہر جگہ کے افراد نے جامعہ سے تعاون کرنے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت پیر سید عبدالقادر گیلانی صاحب سفیر عراق کی تحریک پر تقریباً چھ بیس ہزار روپیہ حکومت عراق کی جانب سے شہر ہزار روپیہ سعودی عرب کی حکومت کی طرف سے۔ ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ حکومت کویت کی جانب سے جامعہ کو وصول ہوئے۔ حدیث تنبیہ

راچی نے بیس ہزار روپیہ، نیشنل بینک کراچی نے بیس ہزار روپیہ، حافظ ٹیکسٹائل ملز نے تقریباً دو ہزار روپے عطا فرمائے، دیگر عطیات بھی موصول ہوئے رہے۔ اب تک جامعہ میں چار لاکھ روپے سے زیادہ کا تعمیراتی کام ہو چکا ہے۔ ایک وسیع لائبریری تیار ہو چکی ہے جس میں حکومت مصر کی طرف سے پانچ ہزار کنٹینر میں عنقریب موصول ہونے والی ہیں۔ خود مولانا بدایونی صاحب نے اپنے ذاتی کتب خانے کو جس میں تقریباً تین ہزار کنٹینر ہیں، جامعہ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ طلباء کی تعلیم کے لئے وسیع کمرے تیار ہو چکے ہیں۔ ہر کمرے میں ساڑھے طلباء کی گنجائش رکھی گئی ہے، سات کمرے طلباء کی رہائش کے لئے منظم ہو چکے ہیں۔ مولانا کے کھانے کے لئے تین وسیع کمرے بنائے جا چکے ہیں۔ ستر ہزار روپے کی فائٹ سے جامعہ کا ایک وسیع دروازہ تعمیر ہو چکا ہے، مصر کے دو بہترین قادی شریف لاکچر میں جنھوں نے شبہ تجوید و قرأت کا آغاز فرمایا ہے۔ درس نظامی کی تسلیم کے لئے ایک پاکستانی مدرس مامور ہو چکا ہے، تعلیم شریعہ کر دی گئی ہے۔ بڑی طلباء بھی داخل ہو چکے ہیں جن کے قیام و طعام کا انتظام جامعہ خود برداشت کرتا ہے عنقریب جامعہ میں علوم جدیدہ، علوم تدبیر کی تعلیم کا آغاز ہو جائے گا۔ اور جن اعزاض و معتمد کے تحت جامعہ کو قائم کیا گیا ہے ان کی تحسین ہونے لگے گی اور اللہ تعالیٰ مستقبل زریب میں یہ جامعہ تعلیمی کام پاکستان اور عالم اسلامی اور ملک غیر میں شروع کرے گا۔ مولانا بدایونی صاحب کی زندگی کا یہ علمی کارنامہ قابل ستائش اور اس کا محتاج ہے کہ عالم اسلامی مملکت پاکستان زیادہ سے زیادہ تعاون فرمائیں۔ ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ مولانا بدایونی صاحب کی خدمات کا جائزہ لیتے ہوئے چند گوشوں پر اکتفا کیا اور آپ کی حیات گرامی کے معمولات وسیع سے وسیع تر ہیں جن پر قلم اٹھایا جائے تو بہت کچھ لکھنے کی گنجائش ہے، سیاسی طور پر ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۴ء تک شاید ہی کوئی دور ایسا گزرا ہو کہ آپ خاموش رہتے ہوں۔ روزانہ عالمی وطنی مسائل دینی و قومی پر اپنے مقالات و

مضامین کی اشاعت کا سلسلہ براہ جاری رہتا ہے۔ تو دوسری طرف مجالس و محافل مذہبی، علمی، تاریخی تقاریر کا سلسلہ۔ علیحدہ جاری رہتا ہے۔ خاص طور پر گیارھویں اور بارہویں شریف میں روزانہ چھ چھ تقاریر کا اوسط رہتا ہے آپ کی تقاریر میں باریں ہمہ کر مولانا بدایونی صاحب کی عمر اب ستر سال سے تجاوز ہو چکی ہے۔ مگر جو شخص تقریر کے لحاظ سے تقریباً اب بھی جوان معلوم ہوتا ہے۔

ایہ مقبول حضرت مولانا کے زندگی میں احقر نے ”حیثیت و جہد آزادی اور علماء و دانش کا کردار“ کے سلسلے میں قلمبند کیا تھا۔ جو مجھے کئی نذر ہے (فاروق احمد)

حضرت مولانا بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی

پہلی برسی کا اجمالی پروگرام

جمعہ ۹ جولائی ۱۴۲۸ھ ۱۵ جمادی الاول ۱۴۲۸ھ ۵ بجے شام
مقام بیت البدایونی پیر الہی بخش کابلونی

جلسۂ عقیدت

زیر صدارت شیخ المشائخ حضرت بابا زبیر شاہ تاجی مدظلہ العالی

مہمان خصوصی: حضرت مولانا جمال میاں فرنگی محلی
مقررین کرام: ۱۔ جناب سید حسین امام صاحب جناب
پروفیسر اربیک احمد عظیم صاحب۔ جناب حکیم محمد سعید
صاحب۔ جناب سید شمس رضا صاحب
جناب جی۔ اے مدنی صاحب

از عزیز عرفی

تحریک پاکستان کے ایک مجاہد



آدمی گزر رہا ہے لیکن اس کے نقوش پارہ جاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں قدم بلند ہوتا ہے اسی قدر اس کے نقوش زیر پا اور بلند ہوتے ہیں، اپنے اور پرانے سب ہی کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں کہیں خوبیاں غالب آتی ہے کہیں برائیاں۔ خوبیاں نہ صرف توشہ آخرت ہوتی ہیں، بلکہ پیچھے آنے والوں کے لئے نشانِ منزل کا بھی کام دیتی ہیں، لیکن برائیاں، آخرت کی صحیح حالت تو خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن دنیا رالے تموت کر کے سے تادم آخر باز نہیں آتے اور اس دنیا میں تو یہی اعمال کی کوئی ہے۔

مولانا عبدالحامد بدایونی قادری جب زندہ تھے تو ایسے حضرات کی بھی کمی نہ تھی جو ان کی باتوں کا تمسخر نہ کرتے ہوں، ان پر نکتہ چینی کے ترشہ برساتے ہوں، لیکن جوں ہی انہوں نے ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہا، اپنے اور پرانے سب ہی غم کی لہر بے بند گئی۔ سب ہی کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں، ایسے اختلافات ہر عظیم ہی کے ساتھ ہوا ہی کرتے ہیں، لیکن بعد میں سبھی عظمت ہی تمام عیوب پر غالب آ جاتی ہے، اور یہی بہتر انسان کے بہتر مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔

مولانا عبدالحامد بدایونی ایک جتید عالم اور مستند مفتی ہی نہ تھے بلکہ ایک منہجی ہوئے سیاست دان! اپنے عہد کی ایک تاریخ ایک تحریک! ان کی نظروں میں ہندو، خیالات میں وسعت اور انکار میں آفاقیت تھی! ان کا قلب جس طرح اپنوں کے لئے دھڑکتا تھا، اسی طرح دوسروں کے لئے بھی، اس لئے کہ انہیں اسلام

زیر تھا، اسلام کی سسر ہندی کے خواہاں تھے، اور ملت اسلامیہ کی سرفرازی ان کا مقصد حیات تھی، مولانا نے تقریباً ۷۲ سال قبل بدایوں کے ایک مشہور قادری خاندان میں آنکھ کھولی، آپ کے والد ماجد حکیم عبدالغفور صاحب قادری اپنے وقت کے نہ صرف سرورِ طبیب بلکہ مشہور عالمِ دین بھی تھے، حکیم احمد خاں کی تحریک پر ان کی شادی دہلی کے ایک ذی علم گھرانے میں سید بہاؤ الدین صاحب کی پرستشیرہ سے ہوئی تھی جو کہ مولانا بدایونی کی والدہ ماجدہ تھیں اور یہ انہیں خاتونِ کربت اور نگہداشت تھی جس نے مولانا عبدالحامد بدایونی کو پروردگار چڑھایا۔ چونکہ ان کی عمر سینتیس یوم سے زیادہ نہ ہوئی تھی کہ ان والد ماجد کسی مذہبی طے میں شرکت کے لئے دہلی سے چٹنہ جاتے ہوئے ریل کے حادثہ کا شکار ہو گئے تھے، اس وقت آپ کے بڑے بھائی مولانا عبدالمجید بدایونی قادری بمشکل بارہ یا تیرہ برس کے ہوں گے لیکن اس باہمت

خاتون نے حالات کا دلچسپانہ مقابلہ کیا، دونوں بھائیوں نے ابتدائی تعلیم برائوں کے جتنی مدرسہ قادریہ میں حاصل کی اور مدرسہ شمس العلوم برائوں سے فارغ التحصیل ہوئے، دونوں بھائیوں کو بارگاہِ تعالیٰ نے فنِ خطابت سے بے انتہا نوازا تھا۔ کہا جاتا ہے مولانا عبد الماجد برائیونی جب کبھی تقریر کرتے ہوتے تو نہ صرف مطالب و معانی کے لحاظ سے بلکہ اعلیٰ دہشتہ زبان اور انوکھے اندازِ بیان سے سامعین کو مسحور کرتے تھے وہی کچھ حال مولانا عبد الماجد برائیونی کا تھا۔ انھوں نے نو عمری ہی سے ملکی سیاست میں عملی حصہ لینا شروع کیا تھا۔ فارغ التحصیل ہونے چند ہی روز گزرے تھے کہ برصغیر میں تحریکِ خلافت کا آغاز ہو گیا۔ اسی دوران میں العلماء خواجہ جن نظامی اجیر شریف پہنچے تو وہاں کسی نوجوان کی تقریر کا چرچا سنا جہاں کہیں جاتے اسی تقریر کا تذکرہ سنتے، لہذا انھوں نے اس نوجوان سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور دوسرے دن ایک اتحادہ انیس سالہ نوجوان کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا یہ عبد الماجد برائیونی کے چھوٹے بھائی عبد الماجد برائیونی ہیں۔

تحریکِ خلافت کے دوران جس طرح ہمدرد شہرت علی بردار کوئی تھی، کچھ اسی قسم کی شہرت برائیونی برادران کی بھی ہونے لگی تھی تحریکِ خلافت نے مولانا عبد الماجد برائیونی کی شخصیت کو صرف مذہبی اعتبار سے بلکہ سیاسی اعتبار سے بھی متعارف کرایا۔ جہاں ایک طرف محافل میلاد النبی میں ان کا رقت آمیز اور خوش زدہ ذکر حبیب مسلمانوں کے قلوب میں تڑپ پیدا کر دیتا تھا وہاں سیاسی جلسوں میں ان کی اخوتِ اسلامیہ اور سر بلندی دین سے معمور تقریریں بہت نا آشنا دلوں میں بھی ایک اشتہار پیدا کر دیتی تھیں۔ دنیا کا طریقہ یہ ہے کہ جہاں مداح اور بھی خواہ مند لائے لگتے ہیں وہاں بدخواہوں کی بھی کمی نہیں رہتی، جہاں نعرہ ہائے تحسین بلند ہوتے ہیں وہاں حسد کی گیلی گزراں بھی ملتی رہتی ہیں۔ مولانا کی شہرت برصغیر کے گوشے گوشے میں پھیل

چکی تھی اور بالخصوص محافل میلاد النبی میں شرکت کے لئے ہر سو سے دعوت نامے آنے لگے تھے، متعدد بار حیدر آباد دکن کی محافل میلاد النبی صلعم میں شرکت کے لئے گئے۔ علامت حضرت مسیح عثمان علی خان آخری تاجدار دکن بہ نفس نفیس ان محافل میں شرکت فرمایا کرتے تھے اور مولانا کی تقریروں سے بے حد محظوظ ہوتے کسی نے ان کے گوش گزار کیا کہ مولانا عبد الماجد برائیونی صرف رٹنی رٹائی تقاریر کرتے ہیں۔ لہذا ایک مرتبہ محفل میلاد کے اختتام پر جاتے ہوئے مولانا عبد الماجد سے فرمانے لگے وہ بہت عمدہ تقریر کی تھی، میں تمہاری یہ تقریر بھر ایک بار سنوں گا۔ مولانا نہایت حاضر دماغ اور نکدرس تھے جملہ کی تر کو پا گئے، سرکاری کم نوازی ہے، جب چاہیں شرفِ سماعت عطا فرما میں، موضوع تو یہی ہو گا، لیکن الف تا بہ نہ ہوں گے؟

ملکی سیاست میں حصہ لینے سے مولانا عبد الماجد برائیونی کے خیالات میں وسعت اور افکار میں آفاقیت کا رنگ چھلکنے لگا تھا۔ جس نے انہیں اپنے ملک کے علما ہی نہیں بلکہ دیگر ملک کے علما سے بھی نمائندہ کر دیا تھا اور وہ ہر فرقہ اور ملک میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جن کی مساعی جیلہ سے جمعیت علمائے ہند کے مقابلے میں جمعیت علمائے اسلام کا قیام وجود میں آیا، ہر شخص جانتا ہے کہ اول انڈیا کانگریس کی ہمت اور مطالبہ پاکستان کی سخت ترین مخالف جماعت تھی اور مولانا حسین احمد مدنی کی قیادت میں بیشتر علمائے دیوبند اس ملک کی اسلامیہ کی مخالفت میں سر و سر کی بازی لگائے ہوئے تھے، لیکن باری تعالیٰ نے انھیں میں سے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے عظیم عالم دین کو پاکستان کی حمایت میں کھڑا کیا، یہ ایک حقیقت ہے کہ تقسیم سے قبل مولانا عبد العظیم صدیقی مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبد الماجد برائیونی اور مولانا امجد حسن جارجی جیسے عالی نظر اور وسیع الخیال علماء اگر

کھل کر میدان سیاست میں نہ آتے تو مسلم لیگ کو اپنی تمام تر ہرمل بازی کے باوجود کانگریس اور برطانوی سامراج سے ٹکرائیسا آسان نہ ہوتا، لیکن علمائے کرام کی عظمت تھی کہ انہوں نے اسلام کی سرقراری اور سرخروئی کے لئے اپنے اختلافات کو بھلا کر ایک دوسرے کی معیت میں دور دراز کے سفر کئے۔ ایک ہی پلیٹ فارم سے تقریریں کیں، ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر ہی انہیں بلند ایک دوسرے کے اقتدار میں باجماعت نمازیں پڑھیں اور بکلت کو بنا دیا کہ... ہم مختلف العقائد ہوتے ہوئے بھی ایک ہی رسول کی امت میں سے ہیں اور ایک ہی قرآن و سنت کے علمبردار ہیں، اور اس وقت نہ کوئی سستی تھا اور نہ شیعہ اور نہ دیوبندی اور نہ بریلوی کاٹھ ہمارے علمائے عظام آج بھی وقت کی نزاکت کو سمجھائیں کہ آج کا تقاضا ہم کو کے تقاضے سے زیادہ شدید ہے۔

مولانا عبدالحامد بریلوی نے ۱۹۳۶ء کو کنوینشن سے باقاعدہ علی طور پر مسلم لیگ میں حصہ لیا اور تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ و نسل کے سرگرم روبر ہے۔ مسلم لیگ کے وفود میں انہوں نے برصغیر کے چپے چپے کا سفر کیا، مسلم لیگ کے مفہوم کو گوش گزار کیا، اسی مقصد کے لئے مسلم لیگ کی طرف سے علماء کا ایک وفد کے خشرق وسطی گئے اور تقریباً تمام اسلامی ملکوں کے رہنماؤں کو مسلم لیگ کا نقطہ نظر سمجھایا، ۱۹۴۵-۴۶ء کے تاریخی انتخابات میں ان کی خدمات میں قابل فراموش نہیں، آسام و بنگال کی سرزمین مولانا عبدالحامد بریلوی کے نبول سے گونج رہی تھی تو سرحد و پنجاب، سندھ و بلوچستان بریلوی و دینی میں مولانا عبدالحامد بریلوی کی طوفانی تقدیر ملت اسلامیہ کو آسارہ جہاد کر رہی تھیں۔

۱۹۴۵ء میں شہید رفت لیاقت علی خان جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ نے مولانا عبدالحامد بریلوی کو حیدرآباد دکن بھیجا کہ وہ کسی طرح قائم اعظم اور نظام دکن کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کریں، چونکہ کچھ عرصہ قبل ان دونوں کے تعلقات ناخوش گوار ہو گئے تھے، اور یہ بات

ملت اسلامیہ کی جدوجہد پر اثر انداز ہو رہی تھی، میر عثمان علی خاں آخری تاجدار دکن طائر کے بڑے قد دان تھے، مولانا عبدالحامد بریلوی کو نہ صرف ان کے بڑے بھائی عبدالحامد بریلوی کی وجہ سے اچھی طرح جانتے تھے، بلکہ خود مولانا کی علمیت اور خطابت کے قیام تھے، لہذا مولانا عبدالحامد بریلوی کو شرف باریابی حاصل کرنے میں کوئی وقت نہ ہوئی، اس ملاقات کے وقت مولانا کے صاحبزادے محمد عابد قادری بھی ان کے ساتھ تھے، مولانا نے دینی اور دھرم دھرم کی چند باتیں کہنے کے بعد موقع پاتے ہی قائم اعظم کا ذکر چھیڑ دیا، میر عثمان علی خاں تو جیسے بارود میں چنگاری پڑ جائے ہو، کچھ اٹھے اور قائم اعظم کی مخالفت میں طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگے، اور جوں جوں سمجھائے نظام دکن کا پارہ چڑھتا ہی جاتا۔ مولانا نے بازی ہاتھ سے جاتے دیکھی تو قدرے قوتف کیا اور پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے درمست بہت عرض کیا: سرکار آپ کے اعتراضات لفظ بہ لفظ صحیح ہیں لیکن کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم شریعت کی حدود سے تجاوز کر کے فحش کا شکار ہو جائیں۔ نظام کا غصہ پانی پانی ہو گیا۔ مولانا عبدالحامد بریلوی ملت عثمانیہ کی جدوجہد برصغیر کی سیاست اور دولت عثمانیہ کی سیاست کا تذکرہ کرنے ہوئے پھولنے ایسی موضوع پر آ گئے اور جب وہاں سے رخصت ہوئے تو اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں نظام دکن برصغیر کے قبل مشرجہ ج سے ملاقات کے لئے راضی ہو چکے تھے۔

مولانا تقیم کے بعد مسلم لیگ کو نسل کے اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے کراچی تشریف لائے اور پھر وہیں کے ہو رہے۔ یقینی طور پر پاکستان کو ان کی ضرورت تھی، کیونکہ دستور سازی کے لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ تمام فرقوں کے علمائے کرام حکومت کے سامنے مقعد تجاویز پیش کریں، چونکہ دشمنان اسلام ان کے اختلافات کے پیش نظر ملانی دستور کی تدوین کو ہمیشہ ممکن کہتے رہے، لہذا جن علمائے کرام کی کا دھوں سے یہ اجلاس کراچی میں منعقد ہوا اور جس میں تاریخ ساز بائیں نکات کی منظوری مسلمانوں کے تمام فرقوں کے علمائے عظام نے دی

ان تمام کاوشوں میں مولانا عبدالحامد جالبوٹی کی سامی جلیلہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا نے حکومت کے ایما پر متعدد اسلامی ملکوں کے دورے بھی کئے، دوسرے اور چین بھی گئے لیکن ہر جگہ ملکی اور ملتی مغادرین نظر رکھا، یہ کہنا بجا نہ ہوگا کہ اسلامی ملکوں میں پاکستان اور کشمیر کے سنے رائے عام ہوا کر نے میں مولانا کی خدمات کسی دوسرے قائمہ و عالم سے کم نہ تھیں۔

ملکی سیاست میں حصہ لینے اور بالخصوص بعض ملکوں سے تعاون کرنے کی وجہ سے ان کی شخصیت پر اعتراضات بھی ہوئے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جب دست آیا تو جیل جانے سے بھی گریز نہ کیا ایوب حکومت کے آخری وقت تک مدد خواں رہے۔

یہ صرف ان کی وفاداری تھی اسلامی نظام سے متعلق ایوب خان صاحب کی باتوں پر پھر دور کرتے رہے لیکن نوشتہ دیوار نہ پڑھ سکے، انہیں نے بلاشبہ اپنے باغ میں کھلا ہوا پہلا گلاب کا پھول ایوب خان کو پیش کیا۔ جبکہ موصوف اپنی انتہائی سرگرمیوں میں مصروف تھے، لیکن صدر مملکت کی خوشنودی کی خاطر کوئی ایسی بات نہیں کی جس پر انگشت نہائی کی جائے نہ کہی ایسی بات کی جو ان کے ملک کے خلاف ہو اور نہ کسی اسمبلی کا ممبر بننے کی خواہش کی حالانکہ ایوب خان صاحب کے دور جمہوریت میں یہ کام مشکل نہ تھا۔ وہ آسانی سے نیشنل اسمبلی میں ایوب لیگ کے رکن بن کر جا سکتے تھے۔ لیکن یہ ان کا منصب نہ تھا۔ ان جیسے علماء کا منصب اسمبلیوں کی ممبری سے کہیں زیادہ جندہ و جلیہ ہے، اگر تو ہم کو ضرورت ہو تو ایسی ہستیاں خود کو پیش نہیں کرتیں بلکہ مدعو کی جاتی ہیں۔

تقسیم کے بعد جہاں اور بہت سی خلاف توقع باتیں ظہور میں آئیں جن سے ملک و ملک کو نقصان پہنچا وہاں ہم فرقہ واریت کی دیوار سے بھی محفوظ رہ سکے۔ دیوبندی بریلوی تنازعہ میں کبھی کبھار ہی سننے میں آتا تھا۔ بلاشبہ..... اس کا وجود عرصہ دراز سے چلا آتا تھا، لیکن عوام اس سے بہت کم متاثر ہوئے تھے اور حصول پاکستان

کی جدوجہد کے دوران تو یہ جیسے معدوم ہی ہو گیا تھا، لیکن تقسیم کے بعد نہ صرف دیوبندی بریلوی بلکہ مقلد و غیر مقلد، والی، سنی اور شیعہ، تمام فرقوں نے قلعہ بندیاں کر لیں، مولانا بدایونی کا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے تھا لیکن ان کی ابتدا ہی سے وسیع الخیالی اور کشادہ قلبی نے انہیں محصور نہیں ہونے دیا۔ وہ ابتدا ہی سے اپنے مسلک پر قائم رہے، تمام فرقوں کے علماء سے ملنے ان کی مجالس میں شرکت کرتے، ضرورت پڑنے پر مشورہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

مولانا اختتام الحی صاحب تھانوی سے ان کی چپقلش کن نہیں جانتا لیکن اس کے باوجود دونوں ایک دوسرے کا پاس اور ملحق کرتے۔ چین گئے تو اس وفد میں تھانوی صاحب کو بھی شامل کر لیا۔ قلم سہرہ کے دلدادوں مانتا تھا ہے ہوں گے، ساتھ ہی نشست و برخاست بھی ہوگی اور ساتھ ہی نمازیں پڑھیں ہوں گی۔ غالباً مولانا کا ذکر ہے کہ عراق کے سابق صدر مرحوم عبدالسلام عارف پاکستان تشریف لاتے ہوئے تھے۔ کراچی کے سرکاری جہان خانہ میں ایک دعوت ظہیر ان کے اعزاز میں تھی جس میں کراچی کے بیشتر علماء کرام بھی دعوت تھے ابھی جہان خصوصی کے قے میں در تھی، مولانا بدایونی بوجہ علالت ایک گورنر میں کوی پر براجمان تھے اور دیگر جہان ان کے ارد گرد کھڑے ان کی پڑ حراج باقول سے محفوظ ہو رہے تھے اسی دوران مولانا اختتام الحی صاحب بھی تشریف لے گئے۔ میرزا ن ضیافت سے ملنے کے بعد جو بی ان کی بدایونی صاحب کو نظر پڑی تو ان کی طرف چلے آئے۔ قریب آتے ہوئے سلام کیا۔ بدایونی صاحب کو بوجہ علالت کرسی سے اٹھنے میں تامل تھا سلام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے تھے:

تو لا! آج آپ میرے مسلک پر ہیں اور میں آپ کے مسلک کے مطابق بیٹھے ہوئے سلام کا جواب دیتا ہوں، برا نہ مانتے گا، دونوں ہی نہیں دیتے اور قریب کھڑے ہوئے لوگ بھی محظوظ ہوئے۔

بدایونی صاحب سچے عاشق رسول تھے ان کی باتوں سے ان کے اعمال سے

ان کی تحریریں اور ان کی باتوں سے ان کے افکار سے اور ان کے کردار سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جھلکتی تھی رسالت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ان کی زبان پر آتا۔ اور ان کی آنکھیں ہم جوتاہیں، آواز گونگہاں ہوتی تھی، یہ فیضانِ عشق رسول تھا کہ وہ بچپن سے نماز پابندی وقت پڑ پانی کا سفر بویا دیں، بڑی سفر بویا بوائی، ان کی نماز قضا نہ ہوتی ۳۳ فروری کو راقم الحروف اور مولانا جواد انجیل جے ایک ہی بوائی پہاڑ میں کراچی آئے تھے۔ دورانِ سفر مولانا کسی حاجت سے جاتے ہوئے کسی قریب گزرتے تو میں نے مولانا سے دریافت کیا، مولانا حضرت کا وقت جاریہ ہے اور ہم تو مغرب کے بھی کافی دیر بعد کراچی نہیں گئے یہ قمار کی طرح ادا کی جائے۔ فرمائے لگے۔ میں بھی وضو کرنے جا رہا ہوں بیٹ پریشیے بیٹے نماز ادا کروں گا، یہی تو اسام کی خوبی ہے۔

فی زمانہ کسی کو اتباعِ شریعت کا نمونہ کہنا تو کسی حد تک مشکل ہی معلوم ہوتا ہے، نہ ہی مولانا کی طرف بات کہی جاسکتی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی طور پر اتباعِ شریعت کیلئے ہرگز کوشش کرتے۔ تاہم ۲۴ مئی ۱۹۷۳ء میں فالج کا حملہ ہوا، بعد صحت پائی تبدیلی آئی اور علاج کی غرض سے لندن گئے اور اپنے بڑے صاحبزادے عابد قادری کے ساتھ قیام کیا جو پہلے ہی سے بغیر شریعت و بان مقیم تھے۔ ایک شام عابد صاحب کے چند انگریز دوست مولانا سے ملاقات کرنے آئے ان کے ہمراہ ایک خاتون بھی تھیں، جوں ہی وہ لوگ کہے میں داخل ہوئے اس خاتون نے ہنرمیں مصافحہ ہاتھ بٹھکتے اور مولانا کے سامنے پہنچ گئیں۔ عابد کی پیشانی پر پسینہ ہی تو آگیا، جسم میں نہا کر ابا میاں اس معاشرے سے ناواقف آج ضرور نظر نہیں آتے کہ ان کے لیکن مولانا کی حاضر دماغی اور فراست نے نہ تو شریعت کا دامن چھوڑا اور نہ عابد کو خفت اٹھانی پڑی، بقول عابد کے مولانا نے اپنے گلے میں پٹے پٹے تھالی کو کچھ اس تیزی سے اور اس طرح مٹھا لاکہ وہ در حال ان کے اور اس خاتون کے ہاتھوں کے درمیان جیسے خود بخود آگیا۔ کچھ اسی تم کا واقعہ دور آتوب میں شاہ فیصل کی آمد پر پچھلا لایر پورٹ پر بھی ہوا تھا جبکہ

جبکہ میوزیم شہر کی قطار میں کھڑی ایک پاکستانی خاتون نے مصافحہ کئے ہاتھ بٹھکتے شاہ فیصل نے مصافحہ سے انکار کر دیا اور پھر ان خاتون کو مصافحہ کی خاطر اپنے ہاتھ سے درپٹا لپٹا پڑا۔ دوسرے دن یہ واقعہ تمام اخباروں میں جلی طور پر شائع ہوا۔

یہ عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا کہ جو مولانا بدایونی کو بار بار ملے اور مدینہ لے جاتا۔ ۲۲ ادا کئے اور بار بار طواف طیبہ زیارت گنبد حضرت اور ماجر شریف پر ہو دیا، آنسوؤں کی نہر عقیدت، خراجِ محبت اور تجدیدِ غلامی۔ ۲۳ اپریل ۱۹۷۵ء کو راقم الحروف بعد نرغینہ جے کراچی آ رہا تھا اور اسی دن مولانا مکہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تھے، ایر پورٹ پر ملاقات ہوئی، بہت کمزور اندر خف معلوم ہو رہے تھے۔ خیریت دریافت کی، فرمائے لگے۔ نقابت بہت ہو گئی ہے، کئی دن سے بخار میں مبتلا تھا، آج مدینہ جا رہا ہوں، ان ہی کے دربار کی حاضری تو یہاں آتی ہے۔ گھر ٹیلیفون کر دینا کہ بخیریت ہوں، بیماری کا ذکر نہ کرنا۔ مدینے سے واپسی پر اطلاع دیں گا؟

مولانا نے مرحوم کا خاندان کئی پشتوں سے سلسلہ بتا دیا ہے منسلک ہے، ان کے خاندان کا بچہ بچہ حضور غوث الاعظم دستگیر کا شیدائی رہا ہے، اسی ماحول میں پرورش پائی اور اسی میں تربیت اپنے ایک چچا اور بدایونی کی خالقہ قادریہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبِ بیعت ہوئے اور ان ہی سے خلافت پائی بدایونی صاحب کے خود اپنے مریدوں کی تعداد کئی ہزار ہو گئی، مولانا جس عقیدت، احترام اور عقیدت و ادب سے شہزادہ شہنا حضرت شیخ عبدالحق اور جیلانی، پیران پر غوث الاعظم دستگیر قدس سرہ کا ذکر فرماتے وہ ان ہی کا حصہ تھا۔ وہ شیعہ غوثیت کے پروانے اور ایک عظیم شیدائی تھے، شاہ جیلان کے اذکار و وظائف کے سختی سے پابند، ان کی تعلیمات کے عامل قادریہ کے پیرو، محبتِ سب کے لئے، لغزت نہانے سے غیر سے قلب میں کشادگی، خیالات میں سمت یہی تعلیمات غوث الاعظم کا پور جو اور یہی بااصل، بندہ شریف، کر بلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں بار بار

قطعات تاریخ و فتا

حضرت مولانا عبدالحامد قادری عثمانی بدایونی

از نیچہ فیکٹر

الحاج مولانا سید فتح علی حیدری قادری تاجی المصطفیٰ جو قسطن

صدر علماء پاکستان رسول

فی الجملہ سوالات اہم را مسئول

حامد بخدا بنام عبدالحامد

در وصف و شائے نبی راکم مشغول

خوش رو و خوش اوقات چو نقش ابرار

خوش خود خوش اخلاق چو اخلاق رسول

تاریخ و فتا اولو شتم خوشتر

حامد بشفاعت رسول مقبول

تمنا محب جدری جو چیل بسا

کلمہ توحید وہ پڑھتا ہوا

مولوی حامد غلام مصطفیٰ

نیک طینت نیک خواطن صبا

۱۳ ۴ ۹۰

عاشق دی اور شرف قبولیت، پایا، سلسلہ قادریہ کی خلافت مل چکی تھی،
مستدرشدی پر سر فرازی تھی لیکن ۱۳۱۵ء یا ۱۳۱۶ء میں نقیہ شرف
حضرت پیرا برکیم اگلیلائی صاحب سجادہ درگاہ عالیہ نے بغداد شریف
میں ایک خصوصی تقریب مناسبت کی اور نہ صرف خلافت عطا فرمائی بلکہ جتو
دستار سے بھی نوازا گئے۔

یہ مولانا بدایونی کا چاہا، عشق تعلق قلبی اور گہری عقیدت ہی
تھی کہ جلسے میں یا جلسوں میں، عام یا خاص مجلس میں اپنے دل یا غریبوں کو جودگا
میں، ارمیوں یا عالموں کی نشست میں جب کبھی اور جہاں کہیں مسغیر
علاقہ میری و مرشدی حضرت السید عبدالقادر اگلیلائی سے ملاقات
ہوتی تو نے نابا اپنے ہاتھ ان کے قدموں کی طرف بڑھا دیتے، میری
ہمیشہ منع فرماتے لیکن وہ ہاتھ خود بخود بڑھتے تھے، ان کے منہ کہنے
پر ایک دفع فرماتے تھے: ”آپ غوث الاعظم کے شہزادے ہیں اور میں
ان کے غلاموں کا غلام ان ہی قدموں سے تو مجھ سے سب کچھ پایا ہے“
ایک موقع پر سیدی و مرشدی نے سنجیدہ ہوتے ہوئے
میرے سے درخواست کی کہ وہ ایمان کریں۔ مولانا اب دبرہ ہو گئے۔
بھری مجلس میں فرمایا: ”میں ان سب کو گواہ بنا کر ٹیٹا ہوں کہ
فطرت نظر آپ کے روحانی مدایح عالیہ کے جو مجھ سے پوشیدہ نہیں۔
میں آپ کے قدم نہیں چھوٹا۔ ان میں تو جھک ہے میرے آقا شیخ
عبدالقادر جیلانی کی جن کی رگوں میں خون تھا امام حسینؑ کا اور جو
لاڈلے تھے اپنے نانا اور احمد بھتیجے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور حبیب خدا
کے...“ اور پھر ان قدموں کی طرف جھک گئے۔

عشق دوستی یہ کیا ضبط نفس مجھ پر حیرانم
کہ گردن چھو کی کیسا نہیں ہے مرجع نسیم (افکار)



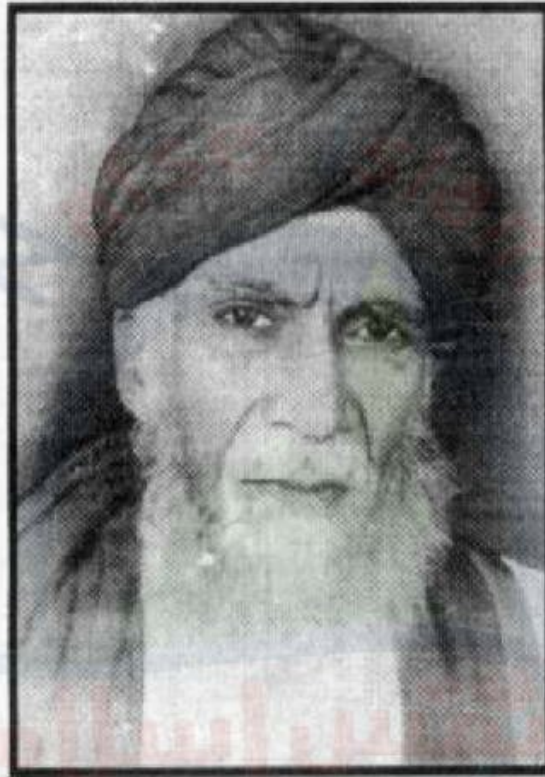


مولانا مرحوم سعودی عرب میں شاہ فیصل کے ساتھ (۱۹۶۶ء)



مولانا مرحوم مصر میں - ضد رجھال ناصر سے ملاقات (۱۹۵۵ء)

نذرانہ عقیدت



مجاہد ملت الحاج حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحامد القادری المعینی البدایونی رحمۃ اللہ علیہ

مُوقِبہ : نبیر ہمو لانا محمد عبدالحمید بدایونی محمد شاہد عامر قادری ابن محمد عابد قادری بدایونی

مولانا بدایونی کانفرنس منعقدہ اٹوار 12 دسمبر 2004ء مطابق 30 شوال المکرم 1425ھ کراچی پاکستان کے
موقع پر اراکین مولانا بدایونی کانفرنس کمیٹی نے شائع کیا

5/9-B، ناظم آباد نمبر 4 کراچی، پاکستان۔

خوشخبری

شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ کراچی کے سابق چیئرمین پروفیسر ذاکر جلال الدین احمد نوری نے ”علم فقہ کے فروغ و ارتقاء میں مشاہیر علماء بدایوں کا حصہ“ کے ایک جامع علمی مقالہ ترتیب دیا ہے۔ اگر اہل خیر اس طرف توجہ دیں تو یہ علمی کتاب علمائے بدایوں کے حوالے سے منظر عام پر آسکتی ہے۔ اور ایک عظیم علمی خدمت ہوگی۔ یہ مضمون اسی مقالہ سے ماخوذ ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحمید قادری بدایونی قدس سرہ

(پروفیسر ذاکر جلال الدین احمد نوری)

حاصل کی آخری دو سال یہ (الہیات کی تکمیل اور نئی قرأت کی تحصیل کے لئے بھی مدرسہ الہیہ، کانپور میں رہے۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے مرشد برحق (۱) مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کے علاوہ (۲) حضرت مولانا محبت احمد قادری (۳) مولانا حافظ بخش بدایونی، (۴) مولانا قدیر بخش بدایونی، (۵) مولانا مفتی محمد ابراہیم، (۶) مولانا مشتاق کانپوری، (۷) مولانا واحد حسین اور (۸) مولانا عبدالسلام ظفری کے نام ملتے ہیں۔

تکمیل کے بعد مدرسہ خمس العلوم، بدایوں کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور تین سال تک مدرسہ کے انتظام و انصرام اور ترقی میں کوشاں رہے۔ اسی زمانے میں تحریک خلافت شروع ہوئی تو مولانا عبدالباری فرقی علی ٹکھن نے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی کی خدمت میں بدایوں پہنچا، انہوں نے مہمانوں کی خوب خاطر مدارات کی اور اپنے خاندان کے تمام افراد کو مولانا عبدالحمید بدایونی اور مولانا عبدالحمید بدایونی کو خصوصاً علم دیا کہ انگریزی استعار کے خاتمے کے لئے علی برادران اور ان کے رفقاء کا ساتھ دیں، جو مرشد کے مطابق مولانا عبدالحمید بدایونی اور مولانا عبدالحمید بدایونی نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں جا کر تحریک خلافت کا پیغام پہنچایا، مولانا عبدالحمید بدایونی، ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی، بدایوں کے جنرل سیکریٹری رہے، خلافت پر انٹل کمیٹی اور سنٹرل خلافت کمیٹی، ممبئی کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔

گاندھی نے تحریک خلافت میں شریک ہو کر قائدانہ پوزیشن حاصل کر لی تھی، مسلمان اپنی سادہ لوحی کی بنا پر ہندوؤں کو اپنا ہمدر اور تصور کر

تھیں ایک پاکستان کے ممتاز راہنما حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحمید قادری بدایونی ابن مرزا حکیم عبدالقیوم شہید (ماہِ ربیع ۱۳۱۸ھ) ابن مولانا حافظ فرید جیلانی ابن مولانا محمد بن مولانا سیف اللہ السلول شاہ فضل رسول بدایونی (۱) قدس سرہ ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں دہلی میں اپنے نسیال کے ہاں پیدا ہوئے۔ محمد والفقار حق (۱۳۱۸ھ) تاریخی نام تجویز ہوا (۲) ابھی آپ کی ٹرینیں دن کی تھی کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ ان کے وصال کا واقعہ بڑا روح پرور ہے پڑھ بھارت میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہو رہا تھا۔ جس میں شرکت کے لئے آپ تین سو علماء کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے، راستے میں ایک اسٹیشن پر عصر کی نماز ادا کی۔ اچانک میں گاڑی چل دی، آپ سوار ہوتے ہوئے پیروں میں پھنسن گئے، زخم اس قدر تھے کہ سڑنا لگے لگائے گئے۔ اسی حالت میں اجلاس میں شریک ہوئے، تمام تقریریں سنیں، اختتام پر صلوة و سلام پڑھنے کیلئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ رات کے عالم میں تا تک ٹوٹ گئی اور صلوة و سلام پڑھنے ہوئے مالک حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ (۳)

آپ کا خاندان شریعت و طریقت کے اعتبار سے نہ صرف بدایوں بلکہ پورے ہندوستان میں مرکزی حیثیت رکھتا تھا، مسکٹ اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت اور فرقی باطل کی تردید میں اس خاندان کی مساعی بے پناہ قابلِ قرا سوش ہیں۔

مولانا عبدالحمید بدایونی اور ان کے بڑے بھائی مولانا عبدالحمید بدایونی کی تعلیم و تربیت کا تمام انتظام ان کی والدہ ماجدہ (سیدہ بہاء الدین دہلوی کی ہمشیرہ) نے کیا۔ ابتدا میں اپنے آبائی مدرسہ مدرسہ قادریہ میں تعلیم

ٹپھے تھے۔ لیکن شدھی تحریک شروع ہونے پر مختلف ہوا کہ ہندوؤں کے خلافت کے پردہ بھی مسلمانوں کے خلاف کیا کیا منصوبے پرورش پارہے ہیں۔ مولانا عبداللہ بدایونی شدھی تحریک کے شروع ہوتے ہی کانگریس سے الگ ہو گئے اور مرکزی تبلیغ اسلام، انبالہ اور آگرہ میں شریک ہو کر ہر اس جگہ میں پہنچے جہاں شدھی تحریک کام کر رہی تھی۔ (۳)

ہندوؤں کی تنگ نظری اور اسلام دشمنی کے پیش نظر ضرورت محسوس کی گئی کہ مسلمانوں کی الگ جماعت قائم ہونی چاہئے۔ چنانچہ جب مسلم لیگ کانفرنس قائم کی گئی تو مولانا عبداللہ بدایونی اور تحریک خلافت کے اکثر مسلم لیگ کانفرنس میں شریک ہو گئے۔ لندن کانفرنس کے بعد علی میں مولانا شوکت علی کی قیام گاہ پر مسلم زماں اجلاس ہوا تو مولانا عبداللہ بدایونی نے بھی اس میں شرکت کی، اس اجلاس میں طے ہوا کہ اتحاد و انتخابات میں صرف مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندگی کرے۔ مولانا عبداللہ بدایونی نے یو پی، سی پی، بہار، اڑیسہ، بنال، آسام، بنگلی، کراچی، اندرون سندھ، بلوچستان اور پنجاب کے دور افتادہ علاقوں میں جا کر عامۃ المسلمین کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ دینے کے لئے تیار کیا، حیر صاحب، گلی شریف کے امیر قائد اعظم نے آپ کو سرحد بھیجا، جہاں آپ نے خان برادران کے اثرات کو ختم کر کے مسلم لیگ کی سبوتاژ کو چار پانچ لگا دیئے۔ انہی خدمات کی بنا پر قائد اعظم کی جانب سے آپ کو فتح سرحد کا لقب دیا گیا تھا۔ سہت اور بنگال میں مولانا حسین احمد نانڈوی معروف المدنی کا بڑا اثر دوسرے سمجھا جاتا تھا۔ مولانا بدایونی کی ولولہ انگیز تقریروں نے کانگریسی مسلم کو توڑ کر مسلم لیگ کے نمائندہ کو کامیاب کرایا۔ مولانا عبداللہ بدایونی اور ان کے رفقاء علماء کرام نے مسلم لیگ کے نمائندوں کو سہت میں کامیاب کرایا۔

حافظہ اشرف احمد عازی آیا دیکھتے ہیں:

”آج کے بہت سے (کانگریسی) علماء جو پاکستان میں نظریہ پاکستان کی حفاظت کر رہے ہیں اور مختلف سیاسی پلیٹ فارموں سے اپنی حب الوطنی کا اظہار اپیتے رہے ہیں، آل انڈیا نیشنل کانگریس کے سوا اچھے اور آل انڈیا مسلم لیگ اور قائد اعظم محمد علی جناح کے مقابلے میں حریفانہ سیاسی چالیں چل رہے تھے، خدا مولانا عبداللہ بدایونی کو کوٹ کوٹ جنت نصیب کرے انہوں نے اس محاذ پر بیشک علماء کا مقابلہ کیا اور مسلم لیگ میں اپنی بہترین

صلاحیتیں صرف کیں۔ (۵)

۲۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو منٹو پارک لاہور کے تاریخی اجلاس میں قرارداد پاکستان پیش کی گئی تو مولانا عبداللہ بدایونی مسلم لیگ کے ان علماء میں شامل تھے جنہوں نے قرارداد کی تائید میں تقریر کی تھی۔ ۳۰ مارچ ۱۹۴۷ء کو لدھیانہ میں آپ کی صدارت میں پاکستان کانفرنس منعقد ہوئی اس کانفرنس میں آپ نے پاکستان کے حق میں تبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو بعد میں نکلی پر لیس، ہدایوں سے چھپ کر ملک بھر میں تقسیم ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں قائد اعظم محمد علی جناح اور میر عثمان علی خاں فرمائندے حیدر آباد دکن کے باہمی اختلافات ناؤک صورت اختیار کر گئے تو قائد ملت خان لیاقت علی خان نے مولانا عبداللہ بدایونی کو منتخب کیا تاکہ اختلافات ختم کرانے کے لئے دونوں راہنماؤں کی ملاقات کا راستہ ہموار کریں۔ والئی دکن، مولانا بدایونی کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور انہیں جلسوں میں تقاریر کے لئے مدعو کیا کرتے تھے۔ مولانا نے فرمائندے دکن سے ملاقات کی اور طویل گفتگو کے بعد انہیں قائد اعظم سے ملاقات کرنے پر آمادہ کیا۔ (۶)

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس، بنارس میں نہ صرف شریک ہوئے بلکہ کامیاب بنانے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں علماء کا ایک وفد حجاز مقدس گیا جس کے قائد مبلغ اسلام مولانا شامندر عبدالعلیم مدظلہ میرٹھی اور جنرل بیکہ بیڑی مولانا بدایونی تھے۔ اس وفد نے نہ صرف حجاز پر ماند کردہ نگلیں ختم کرنے کے سلسلے میں حکومت سعودیہ سے مذاکرات کئے بلکہ عالم اسلام کے دینی اور سیاسی راہنماؤں کے سامنے نظریہ پاکستان کو موثر طور پر پیش کر کے پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کے لئے کراچی تشریف لائے تو زمانے پاکستان کے اصرار پر مستقل طور پر یہیں قیام پذیر ہو گئے۔ (۷) جب آپ نے دیکھا کہ ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان کسمپرسی میں مبتلا ہیں تو آپ نے ایک اجلاس میں ہندوستان کے تمام موبوں اور مقامی نمائندوں پر مشتمل ”مرکزی مہاجرین کمیٹی“ کی بنیاد رکھی جو عوامی سرکاری سطح پر مہاجرین کی آباد کاری اور ان کی ضروریات کی فراہمی کے لئے مسلسل کوشش کرتی رہی۔

۱۹۴۷ء میں آپ کی تحریک ----- کراچی سیلاب

میں اہلیہ محترمہ، دو صاحبزادے جناب محمد عابد القادری اور جناب محمد زاہد القادری اور ایک صاحبزادی یادگار میں چھوڑی۔ (۱۳)

حضرت مولانا عبداللہ بدایونی کے وصال پر سفیر عراق سیدنا سید کمال الدین عبدالقادر نے یہ پیغام تعزیت بھیجا:

”مولانا بدایونی کے اچانک انتقال کی خبر مجھے ابھی معلوم ہوئی ہے۔ مولانا بدایونی علیہ الرحمہ جید عالم و فاضل تھے اور مسلمان قوم میں ان کا بہت بڑا مقام تھا، خدا تعالیٰ مولانا کی روح پر لوت پر اپنے فضل و کرم کی بارش کرے۔“

حضرت مولانا فضل الرحمن علیہ الرحمہ ابن حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین الدینی نے برقی پیغام بھیجا:

”افسوس کہ پاکستان اور پاکستانی قوم ایک مقتدر و ہی پیشوا اور جید عالم اور فاضل سے محروم ہو گئی۔ باری تعالیٰ مولانا علیہ الرحمہ کے خاندان کو اس غیر معمولی صدمہ کو برداشت کرنے کی ہمت دے اور مرحوم پر اپنے فضل و کرم کی بارش فرمائے۔ آمین۔“

مولانا جمال میاں فرنگی بھٹی ابن حضرت مولانا عبدالباری فرنگی

میں نے ان الفاظ میں تعزیت کا پیغام بھیجا:

”مولانا عبداللہ القادری البدایونی کے انتقال کی خبر سے میں غیر معمولی طور پر قلمی صدمہ محسوس کرتا ہوں۔ یہ حادثہ صرف میرے لئے بلکہ پوری ملت پاکستان کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔“ (۱۴)

جناب سید سیفی ندوی نے قلمی تاریخ کہا

حمید حامد سراپائے جہد و یقین | عالم دین و سرمایہ اہل دیں
سرفرازے سے ملت از دسر بلند | داشت بر آستان محمد جہیں
خوش بخت از جہاں سوئے دارالبقا | شد جہاں از جدائی آتش ہمیں

ہم گفت سیفی ز سال و سال
”مہر عبد حامد بیٹہ“

(۱۵) ۱۳۹۰ھ

جناب صابر براری قادری نے تبسوی میں قلمبند کیا

سال رحلت کو ہے صابر گنبد کی صدا
”عالم مشہور، حامد، عازم بارغ جانا“

(۱۶) ۱۹۷۰ھ

۱۔ محمد اویس قادری، پروفیسر مدرسہ شمس العلوم بدایون، محکمہ علم و ادبی کراچی خصوصی شہرہ ۱۹۷۱ء میں ۹۲

۲۔ محمد احمد قادری، تذکرہ علما و اہل علم، ص ۱۵۹

۳۔ سید محمد احمد قادری، گلدستہ عقیدت (سرب محمد عابد قادری، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۱ء میں ۳۲، ۳۰)۔

۴۔ محمد فاروق احمد، سید گلدستہ عقیدت، صفحہ ۴۳۔

۵۔ محمد فاروق احمد، سید گلدستہ عقیدت، صفحہ ۳۳

۶۔ امیر علی امام، سید مولانا عبداللہ بدایونی پر ایک نظر (مطبوعہ مضمون)، (۳) ایضاً

۷۔ امیر علی امام، سید مولانا عبداللہ بدایونی پر ایک نظر

۸۔ امیر علی امام، سید مولانا عبداللہ بدایونی پر ایک نظر

۹۔ امیر علی امام، سید مولانا عبداللہ بدایونی پر ایک نظر

۱۰۔ بشیر احمد قادری آبادی، گلدستہ عقیدت، صفحہ ۳۵

۱۱۔ امیر علی امام، سید مولانا عبداللہ بدایونی پر ایک نظر

۱۲۔ امیر علی امام، سید مولانا عبداللہ بدایونی پر ایک نظر ۱۱۳ ایضاً

۱۳۔ گلدستہ عقیدت: صفحہ ۱۲-۱۱ ۱۵ ایضاً صفحہ ۳۳ ۱۶ ایضاً صفحہ ۴

حیاتِ مجاہد ملت

ڈاکٹر نامہ المصطفیٰ قادری

پروفیسر راج الدولہ گورنمنٹ کالج، کراچی

جامع مسجد میں خطیب رہے۔

آپ نے مولانا عبدالباری فرنگی پٹنوی کے ایما پر "تحریک خلافت" میں حصہ لیا اور "ڈسٹرکٹ خلافت کمیٹی" بدایوں کے جنرل سیکریٹری رہے "خلافت پرفیکشن کمیٹی" اور "سینٹرل خلافت کمیٹی" بمبئی کی مجلس عاملہ کے رکن رہے۔

مولانا عبدالحمید بدایونی نے "شدھی تحریک" کے خلاف بھی جہاد کیا اور "مرکزی تبلیغ الاسلام" کے پلیٹ فارم سے انبالہ اور آگرہ میں ہر جگہ جا کر شدھی کی عملی مخالفت کی۔ (۲)

آپ نے مسلم لیگ کو مقبول بنانے اور "تحریک پاکستان" کو ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلانے کے لئے یوپی، بہار، اڑیسہ، بنگال، آسام، بمبئی، کراچی، اندرون سندھ، بلوچستان اور سرحد کے دور افتادہ علاقوں کا دورہ کیا اور عامۃ المسلمین کو مسلم لیگ کے حق میں واٹ دینے کے لئے تیار کیا، سید صاحب مانگی شریف کے ایما پر قائد اعظم نے آپ کو سرحد بھیجا، جہاں آپ نے خان برادران کے اثرات کو زائل کر کے مسلم لیگ کی مقبولیت کو چار چاند لگا دیئے۔ انہی خدمات کی بنا پر قائد اعظم کی جانب سے آپ کو "فاتح سرحد" کا لقب دیا گیا۔ سلوٹ اور بنگال میں مولانا حسین احمد مدنی ٹانڈوی دیوبندی کا مگرہی کا بڑا اثر دوسرے تھا جسے مولانا بدایونی نے ختم کر کے "مسلم لیگ کے نمائندے کا کامیاب کرایا۔" (۳)

۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو جب منٹو پارک (اتہال پارک)

سرزمینِ اولیاء بدایوں میں دنیا نے اسلام کی ایسی برگزیدہ ہستیاں پیدا ہوئیں جن کی علمی و روحانی عظمت کا ہر دور میں اعتراف کیا جاتا رہا۔ انہی عظیم ہستیوں میں سے ایک عظیم ہستی مجاہد ملت فاتح سرحد حضرت مولانا محمد عبدالحمید بدایونی کی ذاتِ بابرکات ہے۔

آپ کے سوانحی حالات کے مطالعے اور آپ کے صاحبزادگان و افرادِ خانوادہ سے جو معلومات حاصل ہو سکیں ان کی روشنی میں آپ کی شخصیت کا ایک سوانحی خاکہ پیش خدمت ہے۔

پیدائش: "مولانا عبدالحمید ابن مولانا عبدالقیوم بدایوں کے روحانی عثمانی خانوادے میں ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء میں دہلی میں اپنے فضیال میں پیدا ہوئے۔" (۱)

تعلیم و تربیت: مولانا عبدالعظیم شرف قادری لکھتے ہیں کہ "ابتدائی تعلیم اپنے آبائی مدرسہ "مدرسہ قادریہ" میں حاصل کی، دو سال الہیات اور فنِ قرأت کی تحصیل کے لئے "مدرسہ الجبہ" کانپور میں رہے۔ آپ کے اساتذہ میں آ کے مرشد برحق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی قدس سرہ کے علاوہ مولانا قدیر بخش بدایونی، مولانا مفتی محمد ابراہیم، مولانا مشتاق کانپوری، مولانا حافظ بخش بدایونی، مولانا اباحد حسین اور مولانا عبدالسلام قلنسوی وغیرہ شامل ہیں۔

خدمات: تکمیل کے بعد آپ "مدرسہ شمس العلوم" بدایوں کے نائب مہتمم مقرر ہوئے اور تین سال تک مدرسہ کے انتظام و انصرام میں مشغول رہے اور دس سال تک یہیں مدرس و مفتی رہے اور بدایوں کی

لاہور میں قرارداد پاکستان مولوی فضل الحق صاحب نے پیش کی تو ان دنوں مسلم لیگ میں مولانا عبدالخالق بدایونی بھی شامل تھے جنہوں نے قرارداد کی تائید میں تاریخی تقریر کی۔

۳۰ اگست ۱۹۴۷ء کو لدھیانہ میں ”پاکستان کانفرنس“ منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا عبدالخالق بدایونی نے فرمائی اس موقع پر مولانا نے قیام پاکستان کے حق میں نہایت مدلل خطبہ دیا۔“ (۴)

۱۹۴۵ء میں قائد اعظم محمد علی جناح اور فرمانروائے دکن میر عثمان علی خان کے درمیان مسلمانوں کے اتحاد کرانے کے لئے ملاقات کا انتظام کر لیا۔

۱۹۳۶ء میں بنارس میں ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ منعقد کروا کر علماء و مشائخ کو حصول پاکستان کے لئے مسلم لیگ کا حامی بنایا۔ اور اسلامی حکومت کے لئے لائحہ عمل مرتب کرنے والی کمیٹی میں شامل ہوئے۔

اسلامی ممالک کے رہنماؤں کو تحریک پاکستان کے محرکات سے آگاہ کرنے کے لئے ۱۹۳۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی جانب سے مولانا عبدالعلیم صدیقی مرحوم کی معیت میں وفد کے سربراہی کی حیثیت سے تمام سربراہان عرب ممالک اور سیاسی رہنماؤں سے رابطہ قائم کر کے انہیں موثر طریقے پر مسلم لیگ کی حمایت پر آمادہ کیا۔“ (۵)

بقول مولانا محمد جلال الدین ”آپ“ سنی کانفرنس کراچی ”منعقدہ ۱۲/۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں (بحیثیت ناظم نشر و اشاعت آل انڈیا سنی کانفرنس) شریک ہوئے اور نظریہ پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے پاکستان کا مطالبہ کیا۔“ (۶)

قیام پاکستان کے بعد مولانا آل انڈیا مسلم لیگ کے احساس میں شرکت کے لئے کراچی آئے اور پھر زمانے پاکستان کے اصرار پر مستقل پاکستان ہی میں بس گئے۔ یہاں وہ ملی استحکام و اتحاد اور علوم اسلامیہ کی ترویج میں مصروف رہے۔

۱۹۴۸ء میں مولانا بدایونی کی تحریک پر مولانا عبدالعلیم صدیقی کی سربراہی میں علماء و مشائخ سندھ کے ایک وفد نے قائد اعظم کو ایک مفصل یادداشت پیش کی، جس میں مطالبہ کیا گیا کہ ”مملکت پاکستان کا دستور کتاب و سنت کی روشنی میں مرتب کیا جائے اور دیگر ممالک اسلامیہ کی طرح پاکستان میں ایک وزارت امور مذہبی قائم کی جائے۔“

اس دوران مولانا مختلف موقعوں پر مذاہنہ جلسوں اور جلسوں کا اہتمام کر کے رائے عامہ کو نفاذ اسلام کے لیے ہموار کرتے رہے۔“

ان ممتاز علمائے کرام کی فہرست میں مولانا بدایونی کا نام بھی شامل ہے۔ جنہوں نے ۲۲ نکات پر مبنی مختلف دستوری خاکہ مرتب کیا تھا۔ تحفظ ختم نبوت کی تحریک (۱۹۵۳ء) میں مولانا پیش پیش رہے اور قید و بند کی صعوبتیں بھی خندہ پیشانی سے سمجھیں۔ (۷)

تقسیم ہندوستان کے ضمن میں ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان مہاجرین کی آباد کاری کے لئے ”مرکزی مہاجرین کمیٹی“ کی بنیاد بھی ڈالی۔

۱۹۶۱ء میں مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری صدر جمعیت علمائے پاکستان کی وفات کے بعد اتفاق رائے سے آپ کو ”جمعیت علمائے پاکستان“ کا مرکزی صدر چن لیا گیا۔ آپ: ”حیات اسی منصب پر فائز رہے۔“ (۸)

اشیخ رہے کہ ۱۹۶۲ء کے آئین کے نفاذ بعد حکومت نے مولانا کو ”اسلامی مشاورتی کونسل“ کا رکن نامزد کیا اور اس حیثیت سے مولانا نے انتہائی اہم سفارشات کونسل کو پیش کیں۔

۱۹۶۵ء میں جب بھارت نے ملک کی سرحدوں پر حملہ کیا تو مولانا ایک پُر جوش مجاہد کی طرح میدانِ عمل میں آئے قوم کے اندر جذبہ جہاد کو فروغ دینے کے لئے پورے ملک کا دورہ کیا اور اپنے حلقہ اثر سے تین لاکھ روپے کے کپڑے اور دیگر سامان خورد و نوش جمع کر کے خود کیمپوں میں جا کر یہ عطیات پہنچائے۔

مولانا نے علومِ قدیم و جدید کے ساتھ ساتھ اہم زبانوں کی تعلیم کے لئے اورنگی ٹاؤن، بارس کالونی چوک کراچی میں ”جامعہ تعلیمات اسلامیہ“ کے نام سے ایک مثالی دینی درس گاہ قائم کی جس کے لئے صدر مملکت، اسلامی ممالک کے سربراہوں اور مقامی اداروں نے تعاون کیا۔

جمہوریہ چین اور حکومت روس کی دعوت پر مولانا نے ان ممالک کے سرکاری دورے کئے۔ اس کے علاوہ مصر، ترکی، الجزائر، تونس، کویت، عراق، ایران، حجاز مقدس میں بھی کئی بار سرکاری اور غیر سرکاری دورے کئے۔

مولانا بادلپوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے شاہ فیصل، صدر جہاں عبدالناصر، ڈاکٹر محمد حنی، عراق کے عبدالسلام عارف، مفتی اعظم فلسطین الحاج سید امین الحسینی، اور مسلمانان روس کے مفتی اعظم سے ذاتی مراسم و تعلقات تھے۔ مولانا کے انتقال پر ان عالمی شہرت کے مالک شخصیتوں نے اپنے تعزیتی پیغاموں میں مولانا کی دینی، تبلیغی اور روحانی خدمات کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا۔

تصانیف۔ مولانا بادلپوٹی متعدد کتابوں کے مصنف بھی تھے اور نعت

گوئی بھی فرماتے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ مشرقی کاشمی و حال ۲۔ مرقع کاشغر میں مطبوعہ ۱۹۳۸ء
 - ۳۔ انتخابات کے ضروری پہلو ۳۔ مسئلہ ازدواج
 - ۵۔ دعوتِ عمل (مطبوعہ اعظم انجمن پریس حیدر آباد دکن ۱۳۵۴ھ)
 - ۶۔ مشیرِ انجمن
 - ۷۔ اسلام کا معاشی نظام (مطبوعہ مرکزی دارالتصنیف کراچی)
 - ۸۔ فلسفہ عبادات اسلامی (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۳۷۷ھ)
 - ۹۔ صحیح العقائد (مطبوعہ شرکت حفیظہ لمیٹڈ لاہور ۱۳۹۸ھ)
 - ۱۰۔ نظامِ عمل (مطبوعہ ثانی ۲۰۰۱ء)
 - ۱۱۔ اسلام کا ذرا عمیق نظام (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)
 - ۱۲۔ کتابِ دستِ نعیموں کی نظریں میں (مطبوعہ طبع دہلی ۲۰۰۳ء)
 - ۱۳۔ تاثرات دورہ روس (مطبوعہ مرکزی جمعیت علمائے پاکستان)
 - ۱۴۔ تاثرات دورہ چین (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)
 - ۱۵۔ حرمتِ سود (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)
 - ۱۶۔ عالمی قوانین ۱۷۔ دیوانِ معروف کی ترتیب
 - ۱۸۔ الجواب المشکوٰۃ (عربی) (مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی)
 - ۱۹۔ اسلامک پریزیڈنٹ (انگریزی)
 - ۲۰۔ بالتویزم اور اسلام (مطبوعہ دارالتصنیف بڈایوں)
 - ۲۱۔ نقدِ حجاز کی رپورٹ (۵۳ صفحات) (مطبوعہ مجلس علمی دہلی) وغیرہ
- مولانا نے ریڈیو پاکستان کراچی سے ایک عرصہ تک قرآن مجید کا درس بھی دیا جنکی نقول پاکستان کی سینٹرل پروڈکشن لائبریری میں محفوظ ہیں۔

وقات: ۱۵، جمادی الاول ۱۳۹۰ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۷۰ء کو اپنے

ماں تک حقیقی سے باطلے

انا لله وانا اليه راجعون

آپ کو اپنے قائم کردہ ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ میں

سپر: خاک کیا گیا۔ (۹)

آپ کے ” صاحبزادگان جناب مولانا محمد

عابد قادری (م ۸ جولائی ۱۹۹۹ء) مولانا محمد زاہد قادری آپ کے مشن کو

آگے بڑھانے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔ آپ کی آخری آرامگاہ

عبدالخالق بدایونی کورنٹ کالج ٹنکھو بیرود کراچی سے ملحق مرجع

خلّاق ہے۔ (ماخوذ از ”پاکستان میں سلسلہ قادریہ کی دینی اور علمی

خدمات، ڈاکٹر ناصر الدین، (۱۹۴۷، ۱۹۷۳ء) مطبوعہ اسلامک

قانونیشن آف پاکستان، کراچی ۱۹۶۹ء (۲۲۸۵۲۲۲)

کراچی میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس نکالنے کا سہرا آپ ہی سے

-4-

آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں پاکستان انجیلچر کل

فورم ☆ ☆ ☆ کنجانب سے ۲۶ مئی ۱۹۶۶ء کی تقریب میں پروفیسر

ڈاکٹر فلسفہ و راجہ انظر صاحب (ستارہ امتیاز جیورمین شعبہ عربی، پنجاب

یونیورسٹی) کو مولانا عبدالخالق بدایونی الیوارڈ دیا گیا۔

یہ ادارہ ۱۹۲۵ء سے قائم ہے اور آجکل عبداللہ باداویؒ کی گورنمنٹ کالج کی حیثیت سے چل رہا ہے۔ نومبر ۱۹۷۷ء میں مارشل لا دور میں اسے جبراً سرکاری تحویل میں لیا گیا۔ ۱۹۸۰ء پر یل کو ایس ایم وی اے کی سندارت میں وی سی ویٹ کے دفتر میں اس کی موجودگی میں ”انجمن تعلیم الاسلام رجسٹرڈ“ کے امریکین کے ساتھ دہلاسی میں طے پایا کہ ”حکومت دکن سے ہندو بھارو پے ماہوار کرایہ ادا کرے گی“ مگر ایسا نہ ہوا۔ لہذا انجمن کے مہم داروں نے وفاقی تختب سے رجوع کیا۔ جنہوں نے مارچ ۱۹۹۵ء میں انجمن کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے یہ ادارہ انجمن کی تحویل میں واپس کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے کہ آج تک حکومت نے اس پر عمل درآمد نہیں کیا۔ اس عائد میں نکل پڑنے کے اندیشے کے سبب انجمن نے کبھی کوئی سخت اقدام نہیں کیا جس کے باعث لوگ غلط فہمیوں کا شکار ہیں۔ مجد اللہ اس وقت انجمن کی زیر نگرانی مسجد، مدرسہ اور ایک شفا خانہ بھی جاریہ بھارو میں گزشتہ ۲۰ سال میں تعمیر کے مراحل میں ہیں، (بروایت صاحبزادہ مولانا محمد عابد قادری ولد مولانا عبداللہ باداویؒ فی مرحوم) (متوفی مئی ۱۹۹۹ء)

آپ کی گرفتار خدات کے اعتراف میں فی آقی فی کالمونی کراچی کے بارغ کا نام عبیدالحامد بدایونی پارک رکھا گیا۔

☆ ☆ ☆ یہ ادارہ جناب پروفیسر محمد اعلیٰ دینی صاحب (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، وفاقی جامہ اردو، کراچی) نے ۱۹۹۰ء کی دہائی میں قائم کیا جس کی جانب سے اب تک سات سو تقریبات میں عالمی سطح کے ممتاز محققین کو کھلائی تحفے پیشائے گئے

- ۱۔ مولانا عبدالخالق بدایونی پر ایک نظر (تلمیح) سید امجد علی امام:
- ۲۔ تذکرہ اکابر اہلسنت، مولانا محمد عبدالغنی شرف قادری کا پتہ، شمشیر، اور رولر پبلشرز ۱۹۸۲ء میں ۲۰۳ء کی ایف ایٹ انٹری میں ۱۵۵، ۱۵۶
- ۳۔ تذکرہ اکابر اہلسنت، میں ۲۰۴ء ۵۔ مولانا عبدالخالق بدایونی پر ایک نظر میں ۱۔ ۵۔ ایضاً میں ۲
- ۶۔ خطبات آن انڈیا سنی کانفرنس، محمد جلال الدین قادری، انجکرات، مکتبہ رضویہ ۱۹۷۸ء میں ۶۸۲
- ۷۔ مولانا عبدالخالق بدایونی پر ایک نظر میں ۲، ترجمان اہلسنت، ماہنامہ کراچی، اگست ستمبر ۱۹۷۸ء میں ۵۵-۶۳ بذاتِ مختصر پروفیسر محمد اسلم، اسلام آباد، مقتدرہ قومی

- ۸۔ اکابر تحریک پاکستان حاج احمد صادق قصودی لاہور یونیورسٹی کیمپ
۹۔ مولانا عبدالحمید الہوی فیروز آبادکے نغمہ نگار ۱۹۶۳ء کو قاتل مشاہیر پاکستان میں ۱۳

فاتح سرحد

(حضرت مولانا جمیل احمد نسیمی صاحب دارالعلوم نعیمیہ کراچی)

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۶۳ء میں پہلی مرتبہ پاکستان میں غلاف کینز کی تیاری کی تقریب منعقد ہوئی۔ اس میں علامہ موصوف کی خدمات قابل رشک ہیں کہ حضرت مولانا کی وجہ سے کراچی ۳ اپنا دار اور پاکستان کے مختلف شہروں میں زیارتی علاقہ کعبہ کا انتظام کیا گیا۔ بعدہ کراچی سے خلاف کعبہ وفد کی شکل میں کد کمرہ پہنچایا گیا، اس وفد کی قیادت علامہ بدایونی علیہ الرحمۃ نے فرمائی، جس میں ایک کثیر تعداد، علامہ کرام اور سٹاف نظام کی تھی، جس میں سے چند شخصیات کے نام اس کے گرائی یہ ہیں۔

(۱) تاج احمدیاء حضرت علامہ مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی،

(۲) خلیفہ اعظم حضرت علامہ مولانا عارف اللہ شاد قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ،

(۳) قائد اہلسنت مسیح اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ،

(۴) خلیفہ پاکستان مولانا محمد شفیع اکاڑی رحمت اللہ علیہ،

(۵) علامہ مولانا محمد سعید احمد صاحب چشتی صابری رحمت،

(۶) علامہ مولانا مفتی غلام قادری کشمیری صاحب،

(۷) علامہ مولانا غنی احمد قادری صاحب نیز علامہ عبدالحمید بدایونی کے دو پوتے، عزیزم محمد شاہ عاصر قادری، عزیزم محمد عارف قادری بھی شریک سفر رہے۔ اس زیارت حرمین شریفین کے موقع پر مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ میں علامہ موصوف کی وارثی اور حضور اقدس ﷺ سے والدہانہ عقیدت و محبت قائل دیدہ تھی اور بقول شاعر

یارب سوسے مدین دیوانہ و ہر پاؤں

اس شمع دو جہاں کا پروانہ بن کے پاؤں

اور بھی کس سفر میں بہت سے واقعات اور چیزیں قابل تحریر ہیں، لیکن وقت کی قلت اور صفحات کی تنگ دامن اجازت نہیں دے رہے، انشاء اللہ احقر کی دوسرے موقع پر اس سفر کی تفصیلات بیان کرے گا۔

جسے چاہا وہ پہلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے انیسب کی بات ہے

موت ان کی ہے جیسا زمانہ کرے المومنین
یوں تو دنیا میں سب ہی آئے ہیں مرنے کے لئے

یوں تو اس دنیائے آب و گل میں بے شمار حضرات آتے جاتے رہتے ہیں لیکن کچھ حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں، جو اپنے بعد بھی اپنے غلوں، اپنے حسن اخلاق و حسن کردار اور محبت و مروت کے حسین و جمیل نقوش قلب و ذہن پر چھوڑ جاتے ہیں۔ انہی خوش نصیب حضرات میں عابدات فاتح سرحد حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ قادری بدایونی علیہ الرحمۃ کا شمار بھی ہوتا ہے، یہ واقعہ ۱۹۵۲ء کے آخر کا ہے کہ جب احقر نے پہلی سرحد علامہ موصوف کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ شاید مولانا بدایونی صاحب کسی کام کے سلسلے میں میرے استاد محترم تاج احمدی اشرفی محمد صاحب نسیمی اشرفی علیہ الرحمۃ سے ملاقات کیلئے ہمارے در سے تخرن مر رہے۔ بحر العلوم جو عقب جاننا کھڑا ہو کر ایک راتیں روزِ آزاد رام باغ واقع ہے۔ تشریف لائے۔ علامہ بدایونی مرحوم کا خوب صورت چہرہ گورنری رنگت، کشادہ پیشانی، بڑی آنکھیں، جس میں نہایت وضاحت اور روشنی کے آثار سر پر عنبالی رنگ کا علامہ اور اسی رنگ کا پنکھا، اس پر مسکراتا چہرہ، مناسب اعضا و دینی سماجی اور سیاسی کاموں کیلئے ہر وقت حرکت میں۔ یہ تھے جد سلسل اور بھی ہیتم کا پیکر علامہ عبدالحمید قادری بدایونی علیہ الرحمۃ۔ علامہ موصوف حسب نسب کے لحاظ سے عثمانی ہیں۔ علمی و عملی اعتبار سے آپ فاضل جلیل عالم نیکل سیف اللہ، مسلول علامہ شاہ فضل رسول صاحب قادری بدایونی علیہ الرحمۃ کے خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ احقر کا ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۰ء تک آپ سے تعلق رہا، اس عرصے میں احقر نے علامہ موصوف کو سز میں، سفر میں خلوت میں، خلوت میں دیکھا۔ مرحوم کو غلوں و محبت اور اخلاق و مروت کا پیکر پایا۔

وہ مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
دیکھا نظر اٹھا کے گلشن بنا دیا

علامہ موصوف کے ساتھ کئی سفر کا شرف حاصل ہوا، لیکن ایک یادگاری سفر جو ہمیشہ یاد رہے گا۔ وہ زیارت حرمین شریفین کا سفر ہے، جو کہ احقر نے اپریل ۱۹۶۳ء میں علامہ بدایونی اور اپنے چند رفقاء کے ساتھ کیا تھا۔

لبائیاں

ساجزادہ محمد زاہد القادری ابن مولانا محمد عبدالجہاد بدایونی قادری رحمۃ اللہ علیہ

ہوتی تھی اتنا مولانا بدایونی کی مصروفیت میں اضافہ ہوتا گیا ان کی نگین اور انتھک جدوجہد سے متعلق ایک معمر ذی الس فی صاحب کی زبانی لکھ رہا ہوں۔ ان سے میری ملاقات والد صاحب کے قائم کردہ ادارہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ منٹھو پیر کی زمین پر غیر قانونی قابضین کے سلسلہ میں ہوئی تھی پورا نام تو مجھے معلوم نہیں "جعفری" صاحب کی عرفیت سے یاد کیا جاتا ہے۔

تحریک آزادی کے سلسلے میں کانگریس اور مسلم لیگ کے جلسے گاؤں گاؤں اور شہر شہر ہو رہے تھے۔ ہم ۱۶ برس کی عمر میں پولیس میں بھرتی ہوئے ان دنوں میں آئی ڈی والوں کی ڈیونیاں مقررین کی تقاریر پر نوٹ بنانے پر ہوتی تھیں۔ ہر شخص مولانا بدایونی کے ساتھ ڈیوٹی گئے سے گھبراتا تھا۔ کہتے تھے مولانا بدایونی کے ساتھ ڈیوٹی تو سمجھو سرائی گئی۔ ہر تعلق چونکہ آباد سے تھے ہم یو پی کو کور کرتے تھے ڈیوٹی گئے پر معلوم ہوا کہ لوگ سڑکیوں کہتے تھے۔

یہاں مولانا نے اگر ایک گاؤں میں صبح تقریر کی تو ظہر کی نماز دوسرے گاؤں میں ادا کر کے ایک جلسہ نمائندہ پھر تیسرے گاؤں کی طرف چل دیے۔ اس زمانے میں موز گاؤں ہوتی تھیں تھی۔ ایک قسم کی گھوڑا گاڑی جو غالباً دو ڈھائی فٹ مربع تختوں پر مشتمل سواری ہوتی تھی، میسر تھی۔ کبھی چھوٹی تیل گاڑی ہوتی تھی مولانا دھول مٹی پھاٹکتے کچی سڑکوں کے جھٹکے برداشت کر کے اور وہ بھی برداشت نہ ملے تو پیدل چل پڑتے اور ہمیں ان کے پیچھے دوڑ لگانا پڑتی تو مایاں یہ تھے۔ تمہارے باپ مولانا بدایونی تم کیا جانتے ہو بنے پاکستان بنانے کیلئے کیا کیا پاؤں تلے ہیں۔ میری زیادہ تر پستنگ کانپور میں رہی اس لئے وہاں کے حالات سے بہ خوبی واقف ہوں۔ مولانا بدایونی کے سیاسی اتنی پر نمودار ہونے سے قبل پورے یو پی نیز پنجاب میں ہر طرف مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا طوطی بولنا تھا وہ

میرے والد حضرت مولانا شاہ قاری محمد عبدالجہاد قادری معنی ۱۸۹۶ء میں اپنی تخیال دہلی میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق یو پی کا شہر ریلوں میں عثمانی خاندان سے تھا۔ شاہ عبدالجہاد مین الحق کے پانچویں پشت میں اور سیف اللہ الملول حضرت شاہ فضل رسول کی چوتھی پشت میں پڑتے ہیں۔ ابھی ایک ماہ کے ہوئے تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ حکیم عبدالقیوم نے جام شہادت نوش کیا۔ قبہ حکیم صاحب کھنڈ سے پٹنہ بغرض محل میاں میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں پلیٹ فارم پر نماز ظہر ادا کی دریں اثنا ٹرین نے دھل دی سلام پھیر کر چلتی ٹرین میں چڑھنا چاہا پھسل کر گرے ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود پٹنہ میں مختصر سا خطاب فرمایا۔

کھڑے ہو کر سلام کا نذرانہ یہ حضور سرور کائنات ﷺ میں کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے اس طرح آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کا چچا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر اور ان کے برادر خور اعلیٰ حضرت شاہ عبدالقادر نے انجام دیں۔ اس دور یتیم کا نام حامد رکھا۔ بچپن و جوانی میں حامد میاں کھلائے پھر مولانا عبدالجہاد بدایونی بعد ازاں مولانا بدایونی کے نام سے نہ صرف پورے ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلام اور غیر اسلامی ممالک میں جانے پہچانے گئے۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا عبدالجہاد قادری معنی بدایونی ایک جیلہ عالم اور در خلافت کے ایک شعلہ بیان مقرر تھے۔ ان بلوغ کو پہنچ کر آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت قبلہ مولانا عبدالجہاد صاحب کے ساتھ خلافت مودینیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا دوران خلافت مودینیت برادر بزرگ نے داعی اہل کولیک کہا اس کے بعد کا سفر آگے بڑھا تو یہ پر جوش نوجوان اور شعلہ بیان مقرر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جلوہ گر نظر آیا۔ جوں جوں مسلم لیگ عوام میں مقبول

”طوبی ہند“ کہلاتے تھے۔ لیکن جب مولانا بدایونی نے ان کے مقابلے پر جلسے کرنا شروع کیے تو ان گنا گار انگھوں نے دیکھا کہ مولانا کے جلسوں میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ ہوتے اور عطا اللہ شاہ بخاری صاحب کے یہاں چند سو کا مجمع۔

لوائے وقت ۱۹۹۳ء ۲۳ مارچ کے قرار دار پاکستان ایڈیشن کے مطابق جس میں اس نے ۱۹۶۳ء سے پہلے کے جلسوں سے متعلق اشتہارات، اعلانات اور ٹکس چھاپے تھے۔ ان کے مطابق مولانا بدایونی کی تقریر جلسے کی کامیابی کی ضامن ہوتی تھی یوں مولانا بدایونی نے مسلم لیگ کے حق میں کامیابی کا پلٹ کر رکھ دی۔

موصوبہ سرحد جو کانگریس کا گڑھ تھا وہاں عبدالغفار خان صاحب مرحوم صوبہ میں بہت با اثر شخصیت تھے سرحدی کانگریسی کے لقب سے جانے جاتے تھے دوسری با اثر شخصیت فقیرا بی صاحب تھے۔

۹۰ فیصد آبادی تعلیم سے بے بہرہ تھی۔ کانگریسی لیڈروں نے عوام کے ذہن میں یہ بیٹھا دیا تھا کہ مسٹر جناح کانگریس کا ایجنٹ ہیں وہ لیگ اور لیگی لیڈر جناح کی باتیں سننے کے رد واد نہیں تھے۔ پہلے جناح صاحب مرحوم خود تشریف لے گئے لیکن مایوس واپس آئے بعد ازاں نواب بہادر یار جنگ مرحوم اور پھر مولانا شوکت علی کو اس مہم کیلئے روانہ کیا مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔

آخر جناح صاحب نے مولانا بدایونی کا انتخاب کیا یوں مولانا بدایونی صاحب نے ۲۵ء سے لیکر ۴۰ء تک مستقل کئی ماہ موصوبہ سرحد میں قیام کیا اور بڑے شہروں کو چھوڑ کر فوجی علاقوں اور آزاد علاقوں میں اپنی مہم کا آغاز کیا۔ آپ کئی کئی ماہ گھر تشریف نہ لاتے اور اہل خانہ پریشان رہتے تھے۔ مولانا صاحب نے اپنی ذہانت اور دلائل سے وہاں کے لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ جناح صاحب ایک سچے مسلمان اور مسلمان کے لیڈر ہیں۔

مسلم لیگ کی بنیاد ڈالنے کا موقع مل گیا اور چار پانچ سال کی کادشوں کے بعد ریفرنڈم میں کامیابی یقینی ہو گئی۔ اس کامیابی پر قائد اعظم نے مولانا بدایونی کو ”فاتح سرحد“ کا خطاب عطا کیا۔

ادھر بنگال میں بالخصوص ڈھاکہ میں مولانا ”ابوالکلام آزاد“ کا بہت بولہ تھا۔ وزیراعلیٰ محمد و بنگال بناب شہید سہروردی نے قائد اعظم کو خط لکھا کہ مولانا کا زور توڑنے کی سبیل کی جائے۔ قائد اعظم نے مولانا بدایونی کا انتخاب کیا اور انہوں نے اپنی شعلہ بیانی سے بنگال میں مسلم لیگ کی دھاک بیٹھا دی۔

جدوجہد حصول پاکستان کے آخری ایام میں قائد اعظم اور نظام حیدر آباد والی ریاست حیدرآباد کے درمیان کچھ غلط فہمی ہو گئی۔ اس وقت مولانا بدایونی کی صلاحیتوں نے اس مسئلہ کا حل کیا۔ واپسی ریاست حیدرآباد حضرت مولانا بدایونی اور آپ کے خانوادے کی بے پناہ عزت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا کے سبھانے پر پاکستان کی حمایت پر راضی ہو گئے۔

بارس کی سنی علما کانفرنس کا انعقاد اور کامیابی تمام ملانے کرام کو خائفوں سے نکال کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر لا کھڑا کرنا بھی مولانا بدایونی ہی مساعی جیلہ شرف تھا۔

تمام عالم اسلامی بالخصوص پاکستان کی ترقی و ترقی و ترقی، فلاح و بہبود اور اتحاد عالم اسلامی کی ہر ممکن کوشش فرمائی۔ اس سلسلہ میں جملہ بلاد اسلامیہ کے دورے کئے اور ان کے وفود کو دعوت دیکر پاکستان بلوایا۔

قیام پاکستان کے بعد والد صاحب پہلا دور کنی وفد بیکر سعودی عرب گئے۔ یہ وفد حضرت مولانا بدایونی اور حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی (مولانا شاہ احمد نورانی صاحب کے والد) پر مشتمل تھا۔ جس کا مقصد اولین پاکستان کو عالم اسلام کے مسلمانوں میں متعارف کروانا، نیز شاہ سے اس ٹکس پر بات کرنا جو جناح کے داخلے پر اس وقت سعودی حکومت تین سو (۳۰۰) ریا لیا کرتی تھی۔ وفد کے دونوں ارکان کی شخصیت اتنی ہمہ گیر تھی کہ حکومتی سطح پر اتنی پذیرائی ملی کہ اراکین وفد کو شاہی مہمان بنالیا گیا جہاں تک عام حاجیوں کا تعلق تھا تو ابھی پاکستان کو کوئی سرے سے جانتا ہی نہ تھا۔ عربوں کے نزدیک سب ہندی تھے۔ اور اس وقت یہ بات نہاں عربیاں تھیں ”کل ہندی بطل“ جس کا مفہوم عرف عام میں بہت بڑا

باطل ہو، سب سے پہلے وفد نے شاہ سے حرم شریف اور مسجد نبوی ﷺ میں پاکستان سے متعلق بات کرنے کی اجازت لی جو شاہ نے اس قسم کا پہلا اور آخری اجازت نامہ ہی ہوگا۔ اور پھر ہر نماز کے بعد لوگوں کو پاکستان سے متعلق آگاہی فراہم کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ دوسرا مسئلہ داخلہ ٹکس کا تھا اس کے لئے شاہ عبدالعزیز بن سعود سے ملاقات فرمائی اور یہ مسئلہ مولانا بدایونی نے ان الفاظ کے ساتھ اٹھایا کہ اے ملک معظم یہ جو اللہ کے گھر میں داخل ہونے کی فیس آپ کی حکومت لیتی ہے یہ تو قلعہ حرام ہے، اس کے جواب میں شاہ نے "واللہ باللہ واللہ" قسموں کے ساتھ سامنے بیٹھے ہوئے شیوخ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ بیشک یہ حرام ہے مگر یہ ان شیوخ کے بیٹوں میں جاتا ہے، یہ یہ قوم اگر ان کو نہ دی جائیں تو یہ پہلے ہی کی طرح قافلے کوٹے ٹکس ختم ہو جائیں گے۔ لیکن اب اللہ کے فضل سے ہماری تل کی فروخت باقاعدہ ہوگئی ہے اس لئے یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ آئندہ سال یہ ٹکس نہیں لیا جائیگا۔ اور ہوا بھی ایسا ہی۔ ایک مطلق العنان بادشاہ کے رو برو تہی بے باکی سے بات کہہ دینا حضرت مولانا بدایونی ہی کا وصف تھا، یہ آپ پر آپ کے بزرگوں کی ایسی نظر کریم تھی کہ آپ کی بات ٹالی ہی نہیں جاتی تھی۔ آج کل ایک آئینی قرارداد کا اکثر ذکر ہوتا ہے، جو قرارداد مقاصد کے نام سے پاکستان کے قانون میں شامل ہے، یہ قرارداد پہلے وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خان صاحب مرحوم کے دور میں اس وقت کی پارلیمنٹ نے پاس کی تھی، جس کی رو سے ملک میں خلاف قرآن و سنت کوئی قانون نہیں بن سکتا۔

اس وقت کے حکمرانوں نے اس قرارداد کے پاس کرنے کی یہ شرط رکھی تھی کہ تمام طبقہ خیال کے علماء مطلق طور پر ایک مسودہ بنا کر پارلیمنٹ کو دیں، اس وقت بھی علماء میں مسلکی اختلافات موجود تھے اور علمائے کرام یک جا ہونے کے روادار نہ تھے۔ لیکن حضرت مولانا بدایونی نے دن رات بھاگ دوڑ کر کے اپنی بے پناہ مساعی سے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔

بہر نوع اس قرارداد کی تیاری کے سلسلہ میں جن علماء نے

کرام کے اسمائے گرامی مجھے یاد رہ گئے ہیں وہ حسب ذیل تھے۔ حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحمید قادری بدایونی، حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صدیقی میرٹھی صاحب (مولانا شاہ احمد نورانی کے والد) مولانا محمد عمر نیسی صاحب (مولانا اطہر نیسی صاحب کے والد)، مولانا ناصر جلالی صاحب، مولانا حضرت شبیر احمد عثمانی صاحب، مولانا حضرت محمد شفیع عثمانی صاحب۔ علمائے دیوبند کے کراچی تشریف لانے والے علماء میں، میں ان کی علمی و دینی بزرگی اور تقویٰ کو بے انتہی سے بہت متاثر تھا اور انہیں خود گاڑی لیکر ان کی رہائش گاہ سے لے کر گاڑیوں ویسٹ لایا تھا، آپ مولانا محمد تقی صاحب کے والد تھے مولانا محمد یوسف دہلوی صاحب (جماعت اہل حدیث کے اس وقت کے سربراہ)، حضرت آغا پوپیا صاحب (مجلس خراسان جیشہ روڈ والے) بہت ہی مرنجیاں مرنج شخصیت تھے میرے ساتھ بہت ہی شفقت سے پیش آیا کرتے تھے، اور کچھ حضرات تھے جو اب میرے ذہن سے نکل گئے ہیں، غرض یہ کہ یہ سب حضرات حضرت مولانا بدایونی کی دعوت پر مولانا کی رہائش گاہ لے کر گاڑیوں ویسٹ پر جمع ہوئے اور ہالہ تفاق حضرت مولانا بدایونی کے تیار کردہ مسودہ قرارداد پر اپنے اپنے دستخط ثبت فرمائے۔ اور یہ تاریخی دستاویز اس وقت کے علمائے کرام کے اتحاد کی ایک ایسی تلوار بن گئی کہ اس وقت کے انگریزی ماحول کے پروردہ نام کے مسلمان ممبران پارلیمنٹ کو سوائے اس قرارداد کے پاس کرنے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔

حضرت مولانا بدایونی کی پاکستان سے محبت اور وابستگی عشق کی حد تک تھی، میرے خیال میں آپ کو عشق رسول ﷺ کے بعد اگر کسی چیز سے عشق تھا تو وہ پاکستان تھا۔

پاکستان بنے ابھی تھوڑی سی وقت گذرا تھا کہ مہاراجہ کشمیر نے وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو نے ہندوستان میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا جو وہاں کے عوام کی خواہشات کے قطعی خلاف تھا، اس کے رن ایکشن میں تمام کشمیر میں احتجاجی جلوس نکلے گئے، تو ریاستی پولیس نے ہندوؤں کے دہانے کھول دیے۔ اس تحریک آزادی کی حمایت میں صوبہ سرحد سے رضا کار مجاہدین کی ایک بڑی تعداد بھیجی گئی،

ان کی کمان فوج کے ریٹائرڈ افسران کر رہے تھے، اور چند یہ جہاد سے سرشاران مجاہدین نے ہندوستان کو مشکل میں ڈال دیا کیونکہ مجاہدین نے بارہ مولا تک قبضہ کر لیا تھا اور سری نگر اتر پورٹ کے قریب آگئے تھے، کراچی میں جماعت اسلامی کے صدر کا ایک فتویٰ مجلس شوریٰ کے ارکان کے دستخطوں کے ساتھ آگیا کہ کشمیر میں ہونے والی جنگ جہاد نہیں بلکہ فساد ہے اور اس جنگ میں مرنے والوں کی موت کتوں کی موت سے بدتر ہے۔ اس فتوے کی کاپیاں کشمیر میں بھی پہنچا دی گئیں، بس پھر کیا تھا، ان پڑھ سیدھے سادھے قبائلیوں نے اپنے ہتھیار بیٹے اور محاذ کو خالی کر کے واپس اپنے علاقے میں چلے گئے۔ بس معدودے چند سپاہی اور افسران رہ گئے۔ ہندوستان کے لئے تو بی کے بھاکوں چھینکا ٹوٹنے والی بات بن گئی اور پنڈت نہرو نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا، مول جہازوں اور کارگو جہازوں میں بھر بھر کے فوج سری نگر اتر پورٹ پر اتاری اور بھران فوجیوں نے وادی میں داخلے کے راستوں پر قبضہ جمایا۔ ان حالات میں پاکستان کے وزیراعظم نے حضرت مولانا بدایونی سے مشورہ کیا اور کسی طور پر حالات کو قابو کرنے کے درخواست کی، تو مولانا نے پہلا جلسہ آرام باغ میں منعقد کیا اور زندگی میں پہلی بار حضرت مولانا نے اپنے خاندانی روایتی لباس اتار کر فوجی وردی میں جلسہ میں شرکت اور تقریر فرمائی، اور پھر کراچی تا کشمیر کے ان علاقوں تک ہر بڑے چھوٹے شہر و دیہات میں جا کر جلسے کر کے لوگوں کو حالات کی سنگینی اور مستقبل پر ان کے اثرات سے آگاہ فرمایا اس سے اس انسان کا ازالہ توبہ ہو سکا جو جماعت اسلامی کے فتوے سے ہو گیا تھا، ہاں اتنا ضرور ہو گیا کہ رضا کاروں کی ایک جماعت فراہم ہو گئی جس نے کشمیر کے اس حصے پر قبضہ کر لیا جو اب آزاد کشمیر کہلاتا ہے۔

حضرت مولانا بدایونی کی جماعت جمعیت علمائے پاکستان کی سیاست مولانا کی حیات تک یہ رہی کہ حکومت سے باہر رہ کر اپنے پلیٹ فارم سے حکومت کے غلط کاموں پر ہاؤ ڈالا جائے اور اچھے کاموں پر اس کا ساتھ دیا جائے۔ ایک واقعہ اس ضمن میں عرض

کرنا چلوں، قیام پاکستان کے نوراً بعد کا ذکر ہے قائد اعظم کی قیام پاکستان کے بعد پہلی عوامی تقریر پشاور میں ہوئی، اس جلسے میں مولانا بدایونی بھی موجود تھے، قائد اعظم نے فرمایا کہ اب پاکستان بن گیا ہے اور اب یہاں نہ کوئی ہندو ہے اور نہ عیسائی یا مسلمان یہاں سب پاکستانی ہیں، اب ہم یہاں اسلامی سوشل ازم رائج کر چکے (قائد کی تقریر کے صحیح الفاظ تو مجھے اب یاد نہیں لیکن مفہوم کچھ یہی تھا) حضرت مولانا بدایونی انگریزی بول تو نہیں جانتے تھے لیکن لکھ پڑھا اور سمجھ لیتے تھے، آپ نے قائد کو ٹوک کر فرمایا، کہ ہم سب پاکستانی ہیں کی بات صحیح، لیکن سوشل ازم کی بات نا منظور، ہم نے اپنی خانہ ہیں اللہ اور رسول ﷺ اور خالص اسلامی نظام کیلئے چھوڑ دی تھیں۔ اب اس سے اندازہ لگائیے کہ قائد اعظم جیسی شخصیت جن کے سامنے کسی کو دم مارنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، انکو بھرے مجمع میں ٹوک دینا کوئی معمولی بات نہ تھی، اور جہاں تک ان کے پاکستانی کردار کا تعلق ہے اس کا اندازہ ہمیں ان کے احوال کے بعد ہوا، بدایوںی کہ والد صاحب کے پاس بطور اردو ٹائپسٹ ایک صاحب پارٹ ٹائم کام کیا کرتے تھے، ویسے اردو بورڈ میں ملازم تھے، والد صاحب کے برین ٹیمبرج کی بیماری کی اطلاع ملنے کے بعد یہ صاحب ایک دن اور ایک رات جناح اسپتال کے برآمدے کی میز پر بیٹھے روتے رہے، یہ ۲۲ جولائی ۱۹۴۷ء کی دوپہر کی بات ہے جب ڈاکٹروں نے حضرت مولانا کے اپنے خالق حقیقی سے جانے کی تصدیق کیا یہ صاحب جنس مار مار کر رونے لگے تو بڑے بھائی صاحب مرحوم نے انکی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی اور کہا کہ بھائی ہم سب کو ایک دن جانا ہے صبر کیجئے، اللہ بڑا مسبب الاسباب ہے تو انہوں نے کہا کہ میں اس لئے نہیں رورہا کہ میری جزوقتی ملازمت جاتی رہی بلکہ نہ صرف میں بلکہ سارا ملک ایک بہت عظیم پاکستانی سے محروم ہو گیا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں، میں قادیانی ہوں، مولانا نے پارٹ ٹائم اردو ٹائپسٹ کے لئے اشتہار دیا میں نے آکر اپنے کوائف بیان کئے اور مولانا نے مجھے رکھ لیا، لیکن کچھ دن بعد مجھے خیال ہوا کہ کوئی اور میرے متعلق مولانا کو بتائے میں خود بتا دیتا ہوں زیادہ سے زیادہ نکال ہی تو، بیٹھے، جب

فرمادے۔ ان تمام واقعات کی تفصیل مدینہ منورہ کی جماعت منزل کے مہتمم صاحب نے جو خود بھی ایک عالم دین اور عبادت گزار شخصیت ہیں، جو حضرت مولانا بدایونیؒ کو یوں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بیان فرمائی کہ حضرت مولانا بدایونیؒ کے جنت میں اعلیٰ مقام پانے کے لئے تو مذکورہ کام ہی بہت ہے۔

(نوٹ جماعت منزل حضرت جبر جماعت علی شاہ صاحب قبلہؒ کی جانب سے خراج کے فرائض قیام کیلئے بنائی گئی مدینہ منورہ میں ایک عمارت ہے)۔

۶۲ء سے قبل تک خلاف خانہ کعبہ شریف مصر سے تیار ہو کر ۱۲۱۲ اور ۹۱۲۱ھ کو بیت اللہ شریف پر چڑھایا جاتا تھا، لیکن اب سعودی حکومت نے یہ طے کر لیا کہ اب ہم خود اپنے ہاں ہی تیار کرنا چاہتے ہیں۔ ۶۱ء کے حج کے موقع پر شاہ نے حضرت مولانا کو خصوصی طور پر ملاقات کا شرف بخشا اور فرمایا کہ ہماری خواہش ہے آئندہ سال سے خلاف خانہ کعبہ ہمارے ملک میں ہی تیار ہو اور وہی چڑھایا جائے، آپ سے درخواست ہے کہ ہمیں ایسے صالح و دیندار کاری مگر مہیا فرمادیں جو کپڑے کی تیاری اور خلاف کی تیاری کر سکیں نیز جو بھی مشینیں درکار ہوں ان کی فہرست بھی مہیا کی جائے۔ مولانا بدایونیؒ نے فرمایا جلالت الملک یہ سب کام انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی حسب فضاء ہو جائیگا۔ لیکن میں آپ سے آج پہلی بار کچھ مانگنا چاہتا ہوں اگر آپ وعدہ فرمائیں تو عرض کروں، شاہ کے ہاں کر دینے پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایک بار یہ سعادت میرے ملک کو عنایت فرمادیجئے مانگے سال انشاء اللہ تعالیٰ یہ خادم تمام کاری گروں کو اور ان کے بیٹے ہوئے خلاف خانہ کعبہ کو ساتھ لیکر جلالت الملک کی خدمت میں حاضر ہو جائیگا۔

شاہ نے حضرت مولاناؒ کی درخواست فوراً قبول فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور رسول پاک ﷺ کا کرم مولاناؒ پر ان کے بزرگوں کی دعاؤں کے سبب ایسا تھا کہ آپ کی زبان سے نکلے ہات رب تعالیٰ ضرور پوری فرمادیا کرتے۔ اور یوں یہ ایک تاریخی واقعہ بن گیا کہ ایشیا کو دوسری بار اور پاکستان کو پہلی بار یہ سعادت عظمیٰ نصیب

ہوئی۔ اور پھر حضرت مولانا بدایونیؒ نے ۶۲ء میں خلاف خانہ کعبہ شریف کراچی میں تیار کر دیا اور پھر تقریباً پاکستان کے ہر بڑے شہر میں لے جا کر وہاں کی مرکزی مساجد میں اس کی زیارت کروائی اور پھر مکہ معظمہ لے جا کر خانہ کعبہ پر چڑھایا گیا۔

کہا تو یہ جانتا ہے کہ ہم مردہ پرست ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنے مشاہیر اور بزرگوں اور ان کے کاموں کو بھلا دینے کے شوگر ہیں سب سے زیادہ حیرت مجھے اس وقت ہوئی جب میں نے پاکستان ٹی۔ وی کا پروگرام اسلامک انسائیکلو پیڈیا دیکھا، اس میں ایشیا کے پہلے کس ملک کو خلاف کعبہ بنانے کی سعادت ملی اور کس شخصیت کی وجہ سے ملی تو تھا اور پاکستان کو سعادت کا نصیب ہونا بھی بیان کیا گیا تھا کس کی کوشش اور اپنے ملک سے محبت نے یہ سعادت حاصل کی، کا کوئی ذکر نہ تھا، پروگرام کے مرتب کرنے والے صاحب کی کم علمی پر بہت تعجب ہوا کہ اس طرح تاریخ کے ریکارڈ میں کمی واقع ہو گئی۔

پاکستان پوسٹ آفس والے اس معاملے میں قابلے تھیں ہیں کہ وہ اکثر مشاہیر اور جدوجہد پاکستان میں شامل حضرات کے یاد گاری ٹکٹ چوری کرتے رہتے ہیں، ایسی ہی ایک تقریب ۱۴ اگست ۱۹۹۹ء میں پاکستان پوسٹ آفس والوں نے منعقد کی تھی اس میں مجھے بلوایا تھا حضرت مولانا بدایونیؒ کا یادگاری ٹکٹ جو پائینر آف فریڈم میریز کے پروگرام کے تحت جاری ہوا، کا ایک فولڈر جس میں مولانا بدایونیؒ کی پاکستان کیلئے جدوجہد کا چند سطر کی خاکہ بھی تھا جاری کیا۔

اپنی ساری طبع اور کمزور صحت کے باوجود آپ بعد وقت آگست سلا اور پاکستان کی بہتری کے لئے دن رات کوشاں رہتے۔ 20 جولائی 1970ء کو یہ مرد مجاہد سچے عاشق رسول ﷺ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

میرے دادا حضور

میں اپنے دادا حضور کے بارے میں کیا لکھوں جبکہ عالم شخصیات اپنی معلومات کی حد تک خیالات کا اظہار کر چکے ہیں۔

میرے ذہن میں تو ایک شفیق بزرگ، گورا رنگ، راز قامت، آنکھوں میں وہانت کی چمک سر پر عمامہ، سفید لباس کرتا، سفید پنڈ، چمکتے چمکتے جرتے، تیز تیز چلتے ہوئے مع جاتے وہ پہر کو تشریف لاتے نماز ظہر ادا کرتے، وہ پہر کو انتہائی سادہ کھانا (وال پتلی کچھڑی مرغوب غذا) کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ فرما کر اپنے حبیبہ اسلامہ پاکستان کے دفتر واقع 214 پی آئی بی کالونی پڑھنے میں مصروف ہو جاتے اسی اثنا میں جس کسی کو کوئی کام ہوتا ہے، ہرگز آتا وہ اسکا مسئلہ خاموشی سے حل کرتے کہ کسی دوسرے کو خبر تک نہ ہوتی کھانے کے دوران امیر ہو یا غریب اصرار سے کھانے میں شامل کر لیتے۔

میں، میرا چھوٹا بھائی عارف، چھوٹھی اماں کے بیٹے سہیل اور شاید کچھ بڑوں کے بچے گھر میں بھیلے کودتے شور مچاتے تو کبھی ناراض نہ ہوتے کھتے کے دوران ایک نظر اٹھا کر ہم لوگوں کو دیکھتے، مسکراتے اور پھر کام میں مشغول ہو جاتے۔ گھر میں کبھی اپنے دادا کو کسی سے اونچی آواز میں بات کرتے نہیں سنا۔ انتہائی سانس کی تکلیف میں اگر کوئی لیلے آجاتا تو باوجود طبیعت ٹھیک نہ ہونے پر کہ وعدہ کیا ہے جاتا ہے اور چلے جاتے۔ واپس آکر کافی دیر سانس کی تکلیف میں بیٹھے رہتے۔

مجھے یاد ہے گھر میں وہانت وائش ہو رہا تھا کھانے کا وقت ہوا، دادا حضور کھانے کی ترے مزدوروں کے لئے لے گئے، پانی پلا۔ لے جا کر ایک مزدور نے کہا بڑے صاحب مجھے مولانا صاحب سے کام ہے کب ملے گی دادا حضور نے کہا فرمائیے کیا کام ہے وہ بولا مجھے مولانا صاحب سے کام ہے دادا حضور بولے میں ہوں کہئے اس مزدور کے اچھے تر انداز تھا اور وہ ٹکٹ لکھائے حیرانگی سے دادا حضور کو دیکھ رہا تھا کہ یہ وہی عظیم شخصیت ہے جسکا اتنا نام سنا ہے۔ تو یہ تھے میرے دادا مولانا بدایونی۔

یہ میری خوش نصیبی ہے کہ ہم نے ایسی عظیم ہستی کے سائے میں

بچپن گزارا، میرا دل خود اس مرت سے بھر جاتا ہے جب میں یاد کرتا ہوں کہ کس طرح انہوں نے مجھے میرے بھائی عارف کی انگلی پکڑ کر اور شیر خوار بھائی کا مران کو کود میں لیکر خاتہ خدا کا طواف کرایا۔ حج بیت اللہ کے تمام متاسک کے دوران اپنے سینے سے لگائے رکھا اور سرود کا نثار حسن انسانیت حضور ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضری اور سلام کیلئے لے گئے۔

دادا حضور کے حوالے سے (اور اپنے والد قبلہ محمد عابد قادری بدایونی اور عم محترم محمد زاہد قادری بدایونی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے) یہ میرا فرض ہے کہ میں دادا حضور کی خواہش "اتحاد بین المسلمین" کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وقتاً فوقتاً علماء و مشائخ اور دانشوران ملت اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کرتا رہوں۔

مولانا بدایونی کا تفرس ہو۔۔۔ اسی سلسلے ایک کڑی ہے۔ جس کے لئے یہ جملہ "نذرانہ عقیدت" پیش خدمت ہے۔ اس کا پہلا حصہ "گلدستہ عقیدت" ہے، جو کہ والد صاحب نے دادا حضور کی پہلی برسی جولائی ۱۹۷۱ء کو شائع کیا تھا۔ کیونکہ یہ تاریخی حیثیت کا حامل ہے اس لئے "نذرانہ عقیدت" میں حصہ اول کے طور پر شامل کیا ہے۔

دادا حضور کے انتقال کے بعد والد صاحب باوجود اپنی کمزور صحت اور محدود مالی وسائل کے ان کے قائم کردہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ کو چلانے کی بھرپور کوشش کی۔ ان یہی خواہش کے احترام میں ہیں یہ احلان کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں کہ جہاں بھی "حضرت مولانا محمد عبدالحامد بدایونی کی دینی، علمی اور ملی خدمات" کے موضوع پر اپنی ایچ ڈی کی سطح کا تحقیقی کام کرایا جائے اس میں ہر طرح کا تعاون اور اس کی اشاعت کا اہتمام کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔

اس سلسلے میں جو چھپنے بھائی محمد عارف قادری کے فضل جو تاریخی تصاویریں پیش کی گئی ہیں، وہ دادا حضور کی تحریک پاکستان اور پاکستان بننے کے بعد کی کاوشوں کا عکس کرتی ہیں۔ ان میں ان تاریخی جگہوں کی تصاویر بھی شامل ہیں جو ۱۹۴۸ء اور ۱۹۵۶ء کے درمیان

محترم جناب مختار امیری صاحب کے خلوص محبت اور محنت کا مظلور ہوں، جنہوں نے میری رہنمائی فرمائی۔ اُن تمام نصیحتات کا بھی فائدہ ہوں جنہوں نے وقتاً فوقتاً مختلف معاملات و مراحل میں میری رہنمائی فرمائی۔ میں اپنے بھائیوں محمد عارف، محمد کامران اور محمد شہود قادری کے حق میں دعا گو ہوں کہ اس نیک کام میں آئندہ بھی میرا ساتھ دیں۔ میں جناب سید واجد علی سید راشد علی، سید ماجد علی اور سید اسد علی، اہلسنن پر غرہ، کراچی کے بے پناہ خلوص اور تعاون کا بھی شکر گزار ہوں کہ اگر وہ اتنے ظلیل وقت میں اس مجلہ کی طباعت و تیاری کا بیڑا نہ اٹھاتے تو ہماری تمام کوشش رائیگاں جاتیں۔

دعاؤں کا طالب

محمد شاہد عاصم قادری

ابن محمد عابد قادری بدایونی

ابن مولانا عبدالحمید قادری سیفی بدایونی

E-mail: shahidquadri11@yahoo.com

عید میلاد النبی ﷺ، یوم حسینؑ کے دن کو منانے کی بنیاد ڈالی، اور اس وقت کے گورنر جنرل اور وزیر اعظم کو مد و کر کے سرکاری سطح پر منوایا۔ اسی طرح خلفائے راشدینؓ کے بھی جلسے منعقد کروائے۔ ان میں وہ تصاویر بھی ہیں جس میں انہوں نے پاکستان بننے کے بعد پاکستان کو دوسرے ممالک میں روشناس کروانے اور پاکستان کے خوشگوار مراسم و ستوار کروانے کے لئے بیرون ملک دورے کئے بن میں حجاز المقدس، بیت المقدس، ترکی، عراق، مصر، تونس، اردن اور یمن شامل ہیں۔

میری سرکار سے پُر زور اپیل ہے کہ ہم اپنے محسنین کے کارناموں کو یاد کرتے ہوئے ان کی خدمات کو ابتدائی سطح پر شامل نصاب کیا جائے۔ تاکہ نئی نسل اپنے بانی و معماران پاکستان سے واقف رہے۔

میں اپنے تمام بزرگان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری ہر طرح سے رہنمائی فرمائی خاص طور پر محترم سید محمد فاروق احمد قادری صاحب کامنوں ہوں جنہوں نے میرے والد محترم کے انتقال کے بعد مجھے میرے فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ اس کے علاوہ میں



حیدرآباد میں خلاف کعبہ کی زیارت کے موقع پر مولانا عبدالحمید بدایونی تقریر کر رہے ہیں۔

ایک پرکشش حیدرآباد، جناب ابو نصر بدایونی، کشمیر، جناب دیکم خلاف کعبہ کمیٹی کے اراکین اور حیدرآباد کے مسلمان بچے بٹے ہیں۔

This Photograph Courtesy of Hazrat Maulana Jamil Ahmad Naeemi



Maulana Badayuni with dignitaries in Turkey including a future Prime Minister of Turkey



Maulana Badayuni with Prime Minister of Pakistan Ch. Muhammad Ali Jinnah standing for "SALAM" on occasion of Eid Milad-un-Nabi (1950)



Maulana Badayuni with Sardar Abdur Rab Nishtar and Eisa Khan



Maulana Jaleelullah addressing Congregation at Juma Masjid, Leningrad (Russia)



Maulana Barelvi, Speaking on Sun-e-Nabi Celebration, Prime Minister Chaudhry Muhammad Ali presided, 1957



Maulana Badayuni, General Secretary of Pakistan, Chairman Khwaja Abul Hasan Ali Nadwi, Speaker Tariq Salimuddin



Maulana Badayuni and Governor General Pakistan Chulom Muhammad



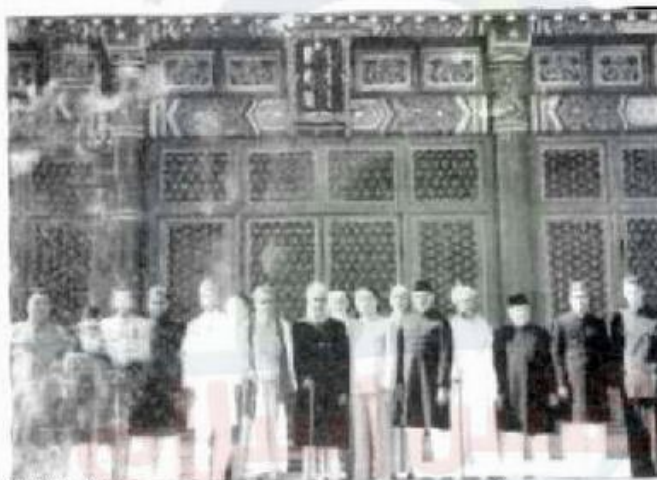
Maulana Badayuni in Tunis (1950's)



Maulana Badayuni with President Ayub Khan, Salimullah Khan & Nawab of Kala Bakh
at the occasion of foundation stone ceremony of "Darul Uloom Haqqania"



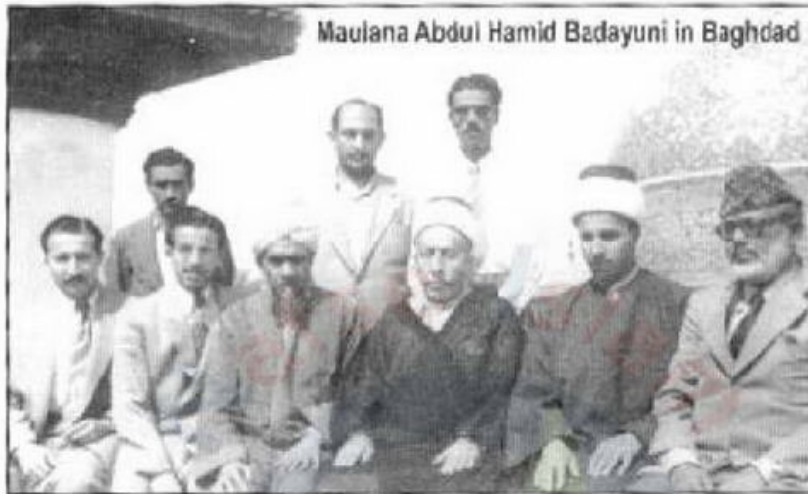
Maqbool Bhat speaking on start of Kashmir Freedom Movement



Maqbool Bhat with Chinese Premier Chu En-Li (1956)



Maqbool Bhat's reception at Peking in China (1968)





مولانا عبدالحامد بدایونی تاریخ کے آئینے میں



Maulana Badiouni with Syedna Tahir Saifuddin



Maulana Badiouni with President of Egypt Jemal Abdul Nasser



Addressing Friday Congregation at Jamia Masjid, Moscow, Russia



Maulana Badiouni with Mufti-ul-Azhar Palestine Syed Amin A-Hussaini



S.S. Printers

Commercial Area, Nazimabad #2, Karachi-Pakistan. Ph/Fax : 021-6310585
www.sqprinters.com e-mail: sqprinters706@hotmail.com